22

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

9 جون 2004ء — 20 ربیع الثانی 1425ھ

www.tanzeem.org

ایک الہامی کشف

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک الہامی کشف میں فرمایا

''ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان کی اکثریت کے شرفاء اسلام قبول کرلیں گے اور تاتاریوں کی طرح اس قوم کے ہاتھ میں بھی توحیدِ اسلامی کا پرچم ہوگا''۔

ماخذ: ماہنامہ ''دینی مدارس'' نئی دہلی، بابت شمارہ فروری 1988ء

تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

حدود و ناموس قانونِ الٰہی ہے!

دنیا کی بے ثباتی

نظام کا انقلاب

تجزیے کا تجزیہ

جدا ہو دیں تعلیم سے

سید قطب شہید

لپٹن چائے اور ٹی وی چینلز

اولاد کے ساتھ دشمنی؟

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 37 تا 41)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○﴾

’’تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔ (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ بولیں کہ اللہ کے ہاں سے (آتا ہے) بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔ اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولادِ صالح عطا فرما تُو بے شک دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے۔ وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمہ (یعنی عیسیٰؑ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور نبی ہوں گے صالحین میں سے۔ زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا کہ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زکریا نے کہا کہ پروردگار (میرے لئے) کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے‘ تو (اُن دنوں میں) اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نذر کے طور پر پیش کی جانے والی بچی کو بڑا عمدہ شرف قبولیت بخشا۔ اس کی پرورش کی اور پرورش بڑے عمدہ طریقے پر کی اور اسے زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم سلام علیہا کے خالو تھے جو اُس وقت ہیکل سلیمانی کے منتظم اعلیٰ (Chief Priest) تھے‘ وہ نبی بھی تھے۔

دورانِ کفالت و تربیت جب کبھی بھی زکریاؑ مریم کے پاس ان کے محراب میں جاتے تھے [محراب عبادت گاہ کا ایک کمرہ تھا جو حضرت مریم کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا] تو دیکھتے کہ ان کے پاس کھانا رکھا ہوا ہوتا جس میں بے موسم کے پھل بھی ہوتے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ کھانے سے مراد یہاں علم و حکمت ہے کہ جب حضرت زکریاؑ ان سے بات کرتے تو حیران رہ جاتے کہ اس لڑکی کو اس قدر حکمت اور معرفت کہاں سے مل گئی۔ چنانچہ وہ پوچھتے مریم! یہ چیزیں تمہیں کہاں سے ملتی ہیں۔ یہ کھانے اور بے موسمی پھل تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں یا یہ علم و حکمت کی باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوتی ہیں تو وہ جواب دیتیں یہ سب اللہ کی طرف سے ہے‘ اس کا فضل و کرم ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب عطا کرتا ہے۔ اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو حضرت زکریاؑ وہیں اور اسی وقت اپنے پروردگار کے حضور دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! مجھے بھی اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر دے۔ یہ وہ وقت تھا کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ ضعیفہ اور کمزور ہو چکی تھیں۔ ساری عمر وہ بانجھ رہی تھیں اور حضرت زکریاؑ ابھی تک بے اولاد تھے لیکن اب وہ دبی ہوئی خواہش بیدار ہوئی اور پکار اٹھے اے اللہ! اس بچی کو تو یہ سب کچھ دے سکتا ہے تو تیری قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ مجھے اس عمر میں پاکیزہ اولاد عطا فرما دے۔ یقیناً تو دعا کا سننے والا ہے۔ اس پر فرشتوں نے انہیں پکار کر کہا جبکہ وہ اپنے حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے: اے زکریاؑ اللہ تعالیٰ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔ آپ کا یہ بیٹا ایک ایسے شخص کی تصدیق کرے گا جو اللہ کا خاص کلمہ ہوگا یعنی حضرت عیسیٰؑ‘ جنہیں کلمة منه کہا گیا ہے۔ یحییٰ سردار ہوگا‘ تجرد کی زندگی گزارے گا اور نبی ہوگا صالحین میں سے۔ یہاں حضرت یحییٰ کے لئے مدح کا جو لفظ آیا ہے‘ وہ نبی ہے۔ ابھی تو خود دعا کر رہے تھے اب جو دعا کی قبولیت ہوئی اور بیٹے کی بشارت ملی تو کہنے لگے کہ میرے پروردگار میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہو جائے گا جبکہ میں انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ رہی ہے۔ اس پر اللہ نے فرمایا یا فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے‘ اسے اسباب کی احتیاج نہیں بلکہ اسباب اس کے محتاج ہیں۔ پھر کہنے لگے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیں کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ واقعی ایسا ہونا ہے اور واقعی جو کلام میں سن رہا ہوں تیری ہی طرف سے ہے۔ اللہ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ اب تین دن تک تم لوگوں سے گفتگو نہیں کر سکو گے سوائے اشارے کنائے کے۔ پس تین دن تک ان کی قوت گویائی سلب رہی اور اس دوران وہ بول نہ سکتے تھے بلکہ اللہ نے حکم دے رکھا تھا کہ ان دنوں میں کثرت کے ساتھ اپنے رب کو یاد کرتے رہو اور شام کے اوقات میں بھی اور صبح کے اوقات میں بھی اللہ کی تسبیح کیا کرو۔ حضرت زکریاؑ کے ہاں ضعیفی کی عمر میں بانجھ بیوی سے بیٹے کی پیدائش بھی معجزہ ہے‘ یعنی عام قانون کے مطابق نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح کی پیدائش ذرا اس سے بڑھ کر ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔

فرمانِ نبویؐ

دینی سمجھ انعامِ عظیم ہے

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ)) (متفق علیہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جسے اللہ تعالیٰ بھلائی سے نوازنا چاہتے ہیں اسے دین کا سمجھدار بنا دیتے ہیں (پھر فرمایا کہ) میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں۔‘‘

اس حدیث پاک میں دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں‘ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دینی و دنیوی‘ روحانی‘ جسمانی نعمتیں اپنی مخلوق پر بہت زیادہ ہیں‘ لیکن ان تمام نعمتوں میں (دولت ایمان کے بعد) جو بہت بڑی دولت ہے وہ دین کی سمجھ ہے۔ سب سے بڑی نعمت دکانداری‘ مالداری‘ وزارت‘ لیڈری‘ گورنری‘ شہرت‘ سحر بیانی نہیں ہے بلکہ دین کی سمجھ ہے‘ جس کے سامنے تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ دوسری بات جو اس حدیث شریف میں ہے کہ ’’میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتے ہیں‘‘ اس کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے‘ میں تو واسطہ ہوں‘ اصل دینے والا خالق و مالک وہی ہے۔ جس نے یہ علوم دیئے ہیں اُسی کی حمد کرو اور اسی سے مزید علم طلب کرو۔ (وقل رب زدنی علما).

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط نسخ شفیعہ عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ ثالث اور مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی کا زمانہ 920 ہجری (1514 عیسوی)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

شمارہ		جلد
22	3 تا 9 جون 2004ء 14 تا 20 ربیع الثانی 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق ۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان ۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

حدود و ناموس قانونِ الٰہی ہے

گزشتہ ہفتے اسلام آباد میں پاکستان میں انسانی حقوق کے معیار اپنانے اور شعور اجاگر کرنے کے نام پر ایک کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف نے حدود آرڈیننس اور ناموس رسالتؐ کے قانون کا از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت پر زور دیا اور اعلان کیا کہ ملک میں انسانی حقوق کے معیار پر عمل درآمد کا جائزہ لینے کے لئے ایک خودمختار قومی کمیشن قائم کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ وردی ہی کی وجہ سے بعض اہم فیصلے کرنے میں مدد ملی' جن میں خواتین کی سیاسی و اقتصادی خود انحصاری' اقلیتوں کے حقوق اور اظہار رائے کی آزادی شامل ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق وفاقی بجٹ کے بعد قومی اسمبلی اور سینٹ میں توہین رسالتؐ بل کی دفعات میں ضروری تبدیلی کرے گی اور حدود آرڈیننس میں بھی بعض اہم ترامیم کی جائیں گی۔ یہ ترامیم زنا' ڈکیتی وغیرہ کی دفعات اور ان پر ملنے والی ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے کی سزاؤں پر نظر ثانی کی جائے گی۔

پاکستان کی بعض نام نہاد مٹھی بھر مغرب زدہ بیگمات' اباحیت پسند ٹولے' غیر ملکی این جی اوز' سیکولر عناصر اور خصوصاً امریکی دباؤ پر قرآن و سنت سے ہم آہنگ اور تمام دینی مسالک و مکاتب فکر سے منظور شدہ ان قوانین کا ''از سر نو جائزہ'' لینا دراصل انہیں غیر مؤثر بنانے کی سازش ہے' اس لئے ان قوانین میں ترامیم کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی۔

حدود و ناموسِ رسالت کا مجریہ قانون کسی ایک شخص کی ذہنی کاوش کا نتیجہ نہیں تھا' بلکہ یہ متفقہ فیصلہ وفاقی شریعت کورٹ میں پاکستان کے سینئر ایڈووکیٹ محمد اسماعیل قریشی (چیئرمین ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس) کی دائر کردہ اپیل پر ہوا تھا' جس میں ہر مسلک کے علماء نے اس آئینی اپیل کی اجتماعی حمایت کی تھی' اور ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہوگیا تھا کہ یہ قرآن و سنت اور اجماع اُمت کا قانون ہے۔ پھر سپریم کورٹ نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حدود آرڈیننس سپریم کورٹ میں بھی پیش ہوا تھا جس کی ہدایت پر ایک کمیشن قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن میں صف اوّل کے قانون دان اور علمائے دین' جن میں جناب اے کے بروہی' خالد اسحاق' ڈاکٹر معروف دوالبی' جسٹس محمد تقی عثمانی اور مفتی سیاح الدین کاکا خیل جیسے فاضل حضرات نے قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لے کر حدود آرڈیننس حکومت کو پیش کیا۔ حدود و ناموس کا قانون دراصل قانونِ الٰہی ہے جو قرآن و سنت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس میں کسی ریاست کے صدر کی کیا مجال' پوری امت کو بھی سوئی کی نوک کے برابر ترمیم کا حق حاصل نہیں۔

جہاں تک کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل جیسے واقعات کی روک تھام کا تعلق ہے یا انسانی حقوق اور چادر و چاردیواری کی حفاظت کا تعلق ہے' اسلام ان کے بارے میں واضح موقف رکھتا ہے اور خاص طور پر خواتین کے حقوق کا علمبردار اور پاسدار ہے۔ اگر ساڑھے چار سال کی حکمرانی کے بعد حکومت کو انسانی حقوق کا خیال آ ہی گیا ہے تو سب سے پہلے حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے' جن کے فقدان کی وجہ سے آئے دن یہ حقوق توڑے جارہے ہیں۔ حکومت پولیس' محافظ دستوں اور محکموں کی اصلاح کرے جو ایسے جرائم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مادر پدر آزادی اور اسلامی شریعت کو مغرب زدہ بیگمات اور غیر ملکی این جی اوز کے مطالبات کی نذر نہیں کیا جاسکتا اور ایسے عناصر پر مشتمل کوئی ایسا کمیشن قائم کرنا جو سرے سے اسلامی تعزیرات ہی کو نہیں مانتا اور جسے اسلامی سزائیں وحشیانہ نظر آتی ہیں' قوم کو امریکی ایجنڈے پر لانے کی سوچ ایک تباہ کن سوچ ہے' جسے فوراً دماغ سے نکال دینا چاہئے' اس سے پہلے کہ وہ کسی بڑے قومی نقصان کا پیش خیمہ بنے۔

جہاں تک یورپ اور امریکہ کے دباؤ کا تعلق ہے' اس کے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ امریکہ کے انسانی حقوق کے کمیشن نے سال 2003ء کی جو رپورٹ شائع کی ہے' اس میں پاکستان کے قانون ناموسِ رسالتؐ اور حدود آرڈیننس کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ انسانی حقوق کے منافی ہیں' جبکہ انسانی حقوق کا چارٹر احترامِ انسانیت سکھاتا ہے۔ قانون ناموسِ رسالتؐ احترام رسالت کا تقاضا کرتا ہے جو پوری انسانیت کا قانون ہے۔ امریکہ نے گوانتا موبے میں افغانیوں اور پاکستانیوں کے ساتھ اور ابوغریب جیل میں عراقی قیدیوں کے ساتھ جو بہیمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا ہے' اگر وہی انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے تو حکومت پاکستان کو اس کی شدید مذمت کرنی چاہئے' مگر حکومت بالکل خاموش رہی۔

امریکہ کو ہماری پارلیمنٹ کے منظور شدہ قانون میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ جنرل پرویز مشرف کو عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً اپنے نیا کمیشن قائم کرنے کا اعلان کو واپس لے لینا چاہئے۔ ''نیشنل خواتین کمیشن'' کی سفارشات کو مسترد کر دیا جائے' ورنہ ملک میں خطرناک بحران پیدا ہوگا جو پہلے ہی بحرانوں سے گزر رہا ہے۔ پاکستان کے قانون دان' علمائے کرام' دانشور اور صحافی اور پوری قوم آئین' شریعت اور جمہوری اقدار کی پاسبان ہے' ہم ایسے سیکولر رجحانات کی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کریں گے۔

(ادارہ تحریر)

ایڈیٹر کی ڈاک

❁ ابھی ابھی ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن مئی 20 تا 26 میں محترم قاضی عبدالقادر صاحب کی فکر انگیز تحریر ''ابلیس تیرے کھیل' شیطان تیری شان'' نظر سے گزری ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر انتہائی تکلیف دل کو اس لئے بھی پہنچی کہ جن قوموں کی نقالی میں ہم تمام حدود پھلانگتے چلے جا رہے ہیں وہ اپنے مستقبل کو محفوظ اور ہمارے مستقبل کو مخدوش بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھ رہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ترقی یافتہ مغربی ممالک اس ضمن میں کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ حال ہی میں چائنیز گورنمنٹ نے ڈیجیٹل سنسر شپ کا جو قانون پاس کیا ہے اس کو تمام بڑے بڑے امریکی اخبارات و جرائد نے نمایاں کوریج دی ہے۔ چونکہ انٹرنیٹ اور سائبر کیفے نوجوانوں کو غیر صحتمندانہ ماحول اور معلومات فراہم کر رہے ہیں' لہٰذا چائنیز گورنمنٹ نے سکولوں اور رہائشی علاقوں کے نزدیک سائبر کیفے کھولنے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ سائبر کیفے کے مالکان کو نوٹس جاری کر دیئے گئے ہیں کہ وہ اپنے کیفے ایجوکیشن سنٹرز' سکولوں اور رہائشی علاقوں سے 200 میٹر دور بنائیں تاکہ اٹھارہ سال سے کم عمر بچوں کی ان تک رسائی نہ ہو سکے اور اٹھارہ سال یا اس سے زیادہ عمر کے لوگ دوری کے باعث اپنا زیادہ وقت ان کیفیز کی نذر کرنے سے بچ سکیں۔ یہ اقدامات بچوں اور نوجوانوں کی ''ذہنی حالت'' کو بگڑنے سے بچانے اور تعلیمی میدان میں ان کی کارکردگی کو ناقص ہونے سے بچانے کے لئے عمل میں لائے گئے ہیں۔ چائنا کی طرح امریکہ میں بھی سائبر کیفے کے مالکان کو باقاعدہ لائسنس لینا ہوتا ہے اور اٹھارہ سال سے کم عمر افراد ان سائبر کیفیز میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہزاروں کی تعداد میں سیکورٹی آفیسرز ویب کو مانیٹر کرتے ہیں اور چیٹ رومز اور بلیٹن بورڈز کو چیک کرتے ہیں۔ کیفے مالکان کو انتہائی سخت ویب فلٹرنگ ٹیکنالوجیز اپنانی پڑتی ہیں۔ چائنا میں حالیہ ہونے والے کریک ڈاؤن کے بعد بند کئے جانے والے دو ہزار چار سو کیفیز میں سے صرف 30 کو دوبارہ لائسنس جاری کئے گئے۔ 13 مئی کے واشنگٹن پوسٹ میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق ویت نام میں سائبر کیفے استعمال کرنے والے اپنی پرسنل انفارمیشن کے ساتھ رجسٹر کئے جائیں گے۔ گورنمنٹ کی جانب سے یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ سائبر کیفے میں ہونے والی تمام ایکٹیویٹیز کو ٹریک کیا جا رہا ہے اور نئی پالیسی اور قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے سائبر کیفے کے مالکان پر ہرجانہ دائر کیا جائے گا۔ مالکان کو یہ حساب دینے کا پابند بھی کیا گیا ہے کہ کیفے استعمال کرنے والے اپنا کتنا وقت کیفے میں گزار رہے ہیں۔ اسی طرح امریکہ سمیت کئی ممالک میں اب سائبر کیفے کے لئے باقاعدہ آئی۔ ڈیز اور پاسپورٹ اسی طرح لازمی قرار دیئے جا رہے ہیں جس طرح ایئرپورٹ پر فلائٹ پر جانے سے پہلے بورڈنگ پاس لازمی ہوا کرتا ہے۔ سائبر کیفے استعمال کرنے والے کو اپنا پاسپورٹ یا آئی۔ ڈی نمبر کمپیوٹر میں داخل کرنا ہوگا تاکہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پر گرفت میں آ سکے۔ امریکہ سمیت تمام ترقی یافتہ ممالک کا کہنا ہے کہ یہ ڈیجیٹل سنسر شپ ہمارے ڈیجیٹل فیوچر پر قطعاً کوئی برے اثرات مرتب نہیں کرے گی۔ ہمارے یہاں سرویلینس کیمرے لگا کر جوڑوں کی ویڈیو بلیک میلنگ کی نیت سے بنائی جاتی ہے اور ان ممالک میں یہ کیمرے اس مقصد سے نصب کئے جاتے ہیں کہ ممنوعہ ویب سائٹس دیکھنے والوں کو کیچ کیا جا سکے۔ پڑوسی ملک بھارت جس کی ثقافت کو ہم اپنی ثقافت کہتے نہیں تھکتے وہاں بھی اب چائنا کی طرز پر دہلی' بمبئی اور کلکتہ میں سائبر کیفے کے مالکان کو نہ صرف لائسنس لینا پڑ رہا ہے بلکہ اپنے کیفے میں آنے والے users کی مکمل انفارمیشن کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا پڑ رہا ہے۔ نئے لاء کے مطابق فوٹو آئی۔ ڈی دکھائے بغیر کوئی ان کیفیز میں کمپیوٹر استعمال نہیں کر سکتا۔ سائبر کیفے سے متعلق ان نئے اور سخت قوانین کو بھارت میں چائنا راؤٹ کا نام دیا گیا ہے۔ امریکہ میں سائبر کیفے میں کوئی دروازہ یا لاک نہیں ہوتا اور ویب پر یوزر کی کارکردگی سب کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے۔ وطنِ عزیز پاکستان میں سائبر کیفے پیسہ بنانے کی مشین بن چکے ہیں۔ ان کے مالکان نوجوانوں کو خواب ناک ماحول اور لاکڈ کیبن فراہم کرتے ہوئے یقیناً یہ فراموش کر دیتے ہیں کہ اور کوئی دیکھے نہ دیکھے اللہ بہرحال دیکھ رہا ہے۔ پاکستان کے فرنٹیر منسٹر ملک ظفر اعظم نے دینی جماعتوں کے کارکنوں سے یہ کہا ہے کہ وہ سائبر کیفے کے وزٹ کریں اور ان میں ہونے والی غیر اخلاقی حرکتوں اور حکومتی آرڈرز کو توڑنے کی گورنمنٹ کو رپورٹ دیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کا مقصد سائبر کیفے کے صارفین کی ذاتیات میں دخل اندازی نہیں لیکن دن بدن بڑھتی سائبر کیفے سے متعلق ممنوعہ حرکات و سکنات کے توڑ کے لئے ایسا کرنا اشد ضروری ہو چکا ہے۔ مسلم تقلیدِ مغرب میں اپنی تہذیب سے برگشتہ ہو رہے ہیں' یہی وجہ ہے کے نئی نسل حد سے زیادہ بھٹکی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ گھریلو تربیت سے بے بہرہ مغربیت سے مرعوب آدھی تیتر اور آدھی بٹیر یہ راہِ گم کردہ نئی نسل بھلا کس طرح عالمِ اسلام کا مستقبل سنوار سکتی ہے۔ ہے کوئی جواب؟

❁ قاضی عبدالقادر نے ''ابلیس تیرے کھیل' شیطان تیری شان'' (ندائے خلافت' 26 مئی 2004ء) کے زیرعنوان علماء کرام اور مشائخ عظام' دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین' تبلیغی رہنماؤں اور جہادی سربراہوں سے نئی نسل کو تباہی سے بچانے کی اپیل کرتے ہوئے پوچھا ہے کہ جب یہ نسل ہی تباہ ہو جائے گی تو آپ کس پر حکومت الٰہیہ' اسلامی نظام اور نظامِ خلافت قائم کریں گے!

عرض ہے کہ حکومت الٰہیہ یا نظام خلافت کا قیام ان میں سے کسی کے پیش نظر ہے ہی نہیں اور حکومت الٰہیہ یا نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد جو ہماری اصل دینی ذمہ داری اور ہمارے جملہ مسائل کا واحد حل ہے' اگر ہم اسے ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو نئی نسل کو خاک بچائیں گے۔ (سردار اعوان' لاہور)

❁ خلافت کا نفاذ جہاد پر موقوف ہے اور پاکستان میں خلافت بھی انقلابی جدوجہد سے قائم ہوگی۔

مگر افسوس یہ ہے کہ مشرف کفر کی طاقتوں کے ساتھ مخلص ہے اور پاکستان میں سیاسی و مذہبی و عسکری تنظیموں کے لیڈران و قائدین اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ورنہ وہ نفاذِ اسلام کے لئے بھرپور جدوجہد کر رہے ہوتے۔ کاش کہ کوئی پاکستانی لیڈر اسلامی سیاست کا دعویدار اور جہادی تحریکوں کے قائدین میں سے کوئی لیڈر اسلام اور جہاد کے ساتھ مخلص ہو کر اپنا بھی کوئی کردار ادا کرتا ہوتا تو اس خطہ پاک پر اسلام کی بہاریں اور اسلامی آئین کے تحت ہم اسلامی زندگی گزار رہے ہوتے' مگر افسوس صد افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں کوئی ایسا لیڈر عطا فرما دے جو خلوص و اخلاص کے ساتھ نظام خلافت کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنے والا ہو۔ (مولانا محمد فاروق' کچھی والا)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

☆ روزِ محشر ایک انسان پوری دنیا کا مال واسباب فدیے میں دے کر جہنم کی آگ سے بچنا چاہے گا

☆ احکامِ الٰہی کی سرکشی ہی درحقیقت شیطنت ہے

دنیا کی بے ثباتی اور اس کا عارضی پن

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 21 مئی 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ الکہف کا چھٹا رکوع ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس میں دنیا کی بے ثباتی اور اس کے عارضی پن کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ: ''(اے نبیؐ) بتا دیجئے ان کو کہ دنیا کی زندگی کی مثال بس ایسے سمجھو جیسے آسمان سے ہم بارش برساتے ہیں اور اس پانی کے نتیجے میں رل مل کر زمین کا سبزہ برآمد ہوتا ہے''۔ یعنی فصل اُگتی ہے اور وہ اپنے مراحل طے کر کے شباب کو پہنچتی ہے' لہلہاتی ہے اور پھر کاٹ لی جاتی ہے۔ غلہ حاصل کر لیا جاتا ہے اور بھس اُڑ رہا ہوتا ہے۔ ''ہوائیں اس بھس کو اڑائے لئے پھرتی ہیں''۔ نباتاتی چکر اور انسانی زندگی کے سائیکل میں نوعیت کا فرق نہیں' صرف کمیت کا فرق ہے۔ انسانی زندگی کا سائیکل اوسطاً 50 سے 80 برس پر محیط ہوتا ہے' لیکن اس عرصے کے دوران ایک فصل آتی ہے اور کٹ جاتی ہے' پھر نئی فصل آتی ہے اور وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ ساری فصل ایک دم نہیں کٹ جاتی اس لئے ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ انسانی فصل میں معاملہ رلا ملا ہوا ہے۔ بیک وقت وہ بھی موجود ہیں کہ جن پر بڑھاپا طاری ہو چکا ہے' وہ بھی ہیں جو سرسبز و شاداب ہیں' یعنی جوانی کی عمر میں ہیں اور وہ بھی ہیں کہ کونپل ابھی پھوٹی ہے۔ تاہم اس وقت جو فصل بھی ہے' اس کی ایک بڑی تعداد آج سے بیس سال بعد کٹ چکی ہوگی اور اس کے بجائے کوئی اور فصل لہلہا رہی ہوگی۔ یہ ہے دنیا کی زندگی کی حقیقت جبکہ ہم اسی کو مقصود و مطلوب سمجھ بیٹھتے ہیں اور اسی کے لئے دن رات ایک کر دیتے ہیں جیسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ آیت 45 کے اختتام میں فرمایا گیا: ''اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے''۔ اس قدرت کے بہت سے پہلو ہیں۔ یہ نظام اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ کوئی چاہے کہ وہ اس **aging process** کو روک لے' بچپن کا زمانہ ٹھہر جائے یا پھر عہد شباب ختم نہ ہو تو ایسا ممکن نہیں ہے۔ اللہ کے قادر مطلق ہونے کا ایک مظہر یہ بھی ہوگا کہ قیامت کے دن وہ ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ جیسے زمین میں ایک فصل ختم ہوتی ہے تو دوبارہ بارش ہونے پر پھر فصل اُگتی ہے' اسی طرح ایک دن وہ زمین سے سب کو نکال برآمد کھڑا کرے گا۔ اللہ کا ایک حکم آئے گا اور زمین میں سے سب انسان دوبارہ زندہ ہو کر نمودار ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔

اگلی آیت کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی میں رونق ہیں''۔ دنیا کی عارضی زندگی میں انسان کی دلچسپی کے کچھ سامان بغرضِ امتحان رکھ دیے گئے ہیں۔ یہ بات سورۂ آل عمران میں بڑی تفصیل سے آئی ہے۔ انسان کے دل میں ان چیزوں کی محبت آزمائش کا ذریعہ ہے۔ یہ اصل میں دنیا کی زندگی میں برتنے کا سامان ہیں۔ دنیا کو ایک راہ گزر سمجھنے والا شخص ان چیزوں میں دل ہرگز نہیں لگائے گا۔ لیکن انسان پر جب حجابات طاری ہوتے ہیں تو اصل منزل نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق' انسان کی حرص اور طمع کی آگ کو کوئی شے نہیں بجھا سکتی۔ اگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو وہ اس پر بھی قناعت نہیں کرے گا۔ انسان کی اس حرص کی آگ کو صرف قبر کی مٹی بجھا سکتی ہے۔ یہاں مال اور اولاد کا تذکرہ ہوا ہے۔ علامہ اقبال نے بڑے پیارے انداز میں ان چیزوں کی حقیقت ایک شعر میں کھول دی ہے۔

یہ مال و دولتِ دنیا' یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں' لا الہ الا اللہ

یہ مال و دولت کی محبت اور رشتہ داریاں درحقیقت وہم و گمان کے بت ہیں جو قیامت کے دن ٹوٹیں گے' جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے دو اعتبارات سے قیامت کے دن انسان کی نفسیاتی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ اس دن ایک انسان چاہے گا کہ وہ پوری دنیا کا مال واسباب فدیے میں دے کر جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ یہ مال و دولتِ دنیا والا پہلو ہے۔ رشتہ و پیوند والے پہلو کو بھی قرآن نے دو جگہ واضح کیا ہے۔ ایک انسان چاہے گا کہ میری اولاد' میری بیوی' میرے والدین' میرے عزیز و اقارب' میرے دوست احباب بلکہ پوری نوعِ انسانی کو جہنم میں جھونک دیا جائے اور صرف مجھے بچا لیا جائے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''یہ جو ایک دوسرے کی دوستی کا بھرم رکھتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے شریعت کی حدود کو بھی پھلانگ جاتے ہیں' قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے' ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے' سوائے متقین کے''۔ سورۃ التغابن میں فرمایا: ''جان لو تمہارے مال اور تمہاری اولاد ہی تمہارے لئے فتنہ ہیں''۔ جن پر انسان سب سے زیادہ بھروسہ کرتا ہے' وہی اس کا **Weak Point** ہے جہاں سے وہ پھسلتا ہے۔ سورۃ المنافقون میں فرمایا: ''اے اہل ایمان! تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں' اور اگر کسی نے ایسا کیا تو ایسے لوگ خسارے میں رہیں گے''۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ اگر واقعی سمجھ لیا جائے کہ اللہ ہمارا خالق و مالک ہے اور اس نے ہمیں دنیا میں بغرض امتحان مختصر عمر دے کر بھیجا ہے جبکہ اصل منزل آخرت ہے تو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی امانت سمجھیں اور انہیں اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ سورۃ الکہف کے آخری رکوع میں اس شخص کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس نے دنیا ہی کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لیا۔ فرمایا گیا: ''(اے نبیؐ!) ان سے کہئے کیا میں اس شخص کے بارے میں بتاؤں جو عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں رہے گا۔ جن کی ساری محنت اسی دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے بڑی کارگزاریاں کی ہیں''۔

آیت 47 میں آخرت کا ذکر ہے۔ ''اور جس دن کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے' اور تم دیکھو گے زمین کو کہ بالکل چٹیل ہے' اور ہم ان سب کو گھیر بلائیں گے''۔ اس کے لئے کچھ اشارات ملتے ہیں کہ حشر کا معاملہ برسرِ زمین ہی ہونا ہے۔ جیسے یہاں فرمایا گیا کہ زمین کے سارے ابھار مٹ مٹا کر اس کی سطح ہموار اور کھلی ہوئی رہ جائے گی۔ سورۃ

القیامۃ میں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس دن انسان پوچھے گا کہ میدان حشر سے کوئی جائے فرار ہے۔ کہا جائے گا کہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ آیت 48 میں فرمایا گیا: ''اور وہ سب تیرے رب کے حضور صفیں باندھے حاضر کیے جائیں گے''۔ قیامت' جنت و دوزخ' بعث بعد الموت کا ذکر قرآن مجید صیغہ ماضی میں کرتا ہے کہ یہ ایسے یقینی ہے جیسے یہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ یہی بات حضور ﷺ نے فرمائی تھی: ''قسم ہے اللہ کی! تم سب پر موت کی نیند طاری ہوگی جیسے کہ تم روزانہ رات کو سوتے ہو اور پھر تم سب دوبارہ اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ روزانہ صبح کو بیدار ہو جاتے ہو''۔ سورۂ یٰسین میں نقشہ کھینچا گیا: ''صور پھونکا جائے گا اور وہ اس وقت قبروں سے اٹھ کر دوڑتے ہوں گے اپنے رب کی طرف۔ اس وقت کہیں گے ہائے ہماری شامت' ہمیں ہماری قبروں سے کس نے جگا دیا۔ یہ تو وہی (صیحہ) ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور تمام رسول سچ بتاتے رہے''۔

آگے ارشاد ہوتا ہے: ''تم آ گئے ہو ہمارے پاس جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ''۔ اس سے ایک مراد تو یہ لی گئی ہے کہ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو بے لباس ہوتا ہے اور وہاں میدان حشر میں بھی اس طریقے سے اٹھایا جائے گا۔ اس سے ایک مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب تخلیق آدم سے بہت پہلے ارواح آدم کو پیدا کیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک سب کی روحیں ایک جگہ جمع تھیں' تو جیسے اُس وقت سب ایک جگہ موجود تھے اسی طرح قیامت کے دن بھی سب کے سب ایک ہی میدان میں موجود ہوں گے۔ پھر فرمایا گیا: ''نہیں' بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کیا''۔ کوئی بعث بعد الموت نہیں ہے۔ بعض نے زبان سے صاف انکار کیا اور بعض نے عمل سے تکذیب کر دی۔

آیت 49 کا آغاز یوں ہوتا ہے: ''اعمال نامہ پیش کر دیا جائے گا۔ تو تم دیکھو گے مجرموں کو کہ وہ اُس احساس سے خوف کے باعث کانپیں گے جو اعمال نامہ میں لکھا ہوگا۔ اور پکاریں گے ہائے افسوس' یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کسی بڑی چھوٹی شے کو نہیں چھوڑا مگر سب کا احاطہ کر دیا۔ اور جو عمل بھی انہوں نے کیا ہوگا' اپنے سامنے موجود پائیں گے''۔ موجودہ دور میں تو اسے سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ آج آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کے ذریعے پوری زندگی کو فلمایا جا سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں سے انسان یہاں تک پہنچ گیا ہے تو خود اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا کیا عالم ہوگا! اس کے ریکارڈ میں تو ہمارے خیالات اور احساسات بھی ہوں گے۔ چھٹے رکوع کے اختتام میں فرمایا: ''اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا''۔ یہ وہی بات ہے جو سورۂ زلزال میں آئی ہے کہ ''جس نے رائی کے دانے کے برابر کوئی نیکی کمائی ہوگی' وہ اس کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی اور جس نے رائی کے دانے کے برابر برائی کی ہوگی' وہ بھی اس کے سامنے حاضر کر دی جائے گی''۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک شخص کے ایمان لانے پر سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' لیکن پورے اعمال کا ریکارڈ بہر حال سامنے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سچی توبہ سے گناہ کبیرہ بھی معاف کر دے گا۔

اگلے رکوع میں قصہ آدم و ابلیس کا ذکر ہے۔ مصحف کی ترتیب کے مطابق یہ ذکر پہلے چار بار آ چکا ہے۔ یہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز ہے کہ ہر جگہ کوئی نئی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں فرمایا: ''اور یاد کرو جب ہم نے کہا تھا فرشتوں کو کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' اور وہ جنات میں سے تھا''۔ قرآن نے یہاں اس حقیقت کو کھولا ہے کہ ابلیس اصلاً فرشتوں میں سے نہیں تھا' بلکہ اپنی نیکی اور تقویٰ کے اعتبار سے وہ ملائکہ اسفل میں شمار ہونے لگا اور اس حکم کے اندر وہ بھی شامل تھا۔ ''تو وہ نکل بھاگا اپنے رب کے حکم سے''۔ اصل میں شیطنت یہی ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر اس کے حکم کی سرکشی کی جائے۔ ''کیا تم نے مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو اپنا دوست اور ولی بنا لیا' حالانکہ وہ تمہارے حقیقی دشمن ہیں''۔ اس بات کو قرآن نے بہت واضح کیا ہے کہ شیطان انسان کا حقیقی دشمن ہے۔ اسے ابن آدم سے شدید حسد ہے۔ اس کا اصل مرض تکبر تھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے میرے مقام سے معزول کرنے والا آدم ہی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کا دجالی فتنے سے بڑا گہرا تعلق ہے اور دجالی تہذیب دراصل ابلیسی تہذیب ہے اور اس تہذیب کے علمبردار شیطان کی ذریت ہیں۔ ذریت دو طرح کی ہوتی ہے: ایک صلبی اور دوسری معنوی۔ جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کریں گے' ان کا شمار شیطان کی معنوی ذریت میں ہوگا۔ آیت 50 کے آخری الفاظ ہیں: ''بہت ہی بُرا بدل ہے جو ان ظالموں کو ملا''۔ یعنی اللہ کے ساتھ بغاوت اور شیطان کے ساتھ وفاداری ہے۔

اللہ کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کے نظام کو اس دھرتی پر قائم و غالب کیا جائے جبکہ شیطان اپنا نظام چاہتا ہے۔ اللہ نے اپنی آسمانی کتابوں میں ہمیشہ ''حیا'' کا درس دیا ہے جبکہ موجودہ شیطانی نظام عفت و عصمت کی دھجیاں بکھیرنا چاہتا ہے۔ اللہ نے منصفانہ معاشی نظام اپنانے کا حکم دیا ہے لیکن اس راہ میں شیطان نے سود اور جوئے کی شکل میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو سود کو نہیں چھوڑتا' وہ میرے اور میرے رسولؐ کے خلاف حالتِ جنگ میں ہے۔ اللہ چاہتا ہے انسان آخرت کو اپنی اصل منزل سمجھے جبکہ ابلیس کی کوشش ہے کہ ہم اس دنیا کی رنگینی میں گم ہو جائیں۔ اللہ نظام عدل اجتماعی کا نفاذ چاہتا ہے اور اس کے لئے جہاد و قتال کا حکم دیتا ہے جبکہ شیطان جہاد و قتال کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہے۔ اللہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جہاں متقی اور باکردار لوگوں کی عزت ہو جبکہ شیطان کے نزدیک دنیاداروں کو آئیڈیل بنانا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی اللہ کو برداشت نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اگر تمہاری آواز نادانستہ طور پر بھی حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہو گئی تو تمہارے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ تک نہیں چلے گا۔ لیکن ابلیسی طاقتیں ناموس رسالت ایکٹ کو ختم کر دینا چاہتی ہیں۔ آج ہم تمام معاملات میں اپنا وزن شیطان اور شیطانی قوتوں کے پلڑے میں ڈال رہے ہیں۔

قیامت کے دن یہی شیطان کھڑا ہو کر انسان سے اعلان بیزاری کرے گا۔ جب لوگ سب سے زیادہ لعن طعن شیطان کو کریں گے تو اس وقت شیطان کہے گا: ''اللہ تعالیٰ نے تم سے کچھ وعدے کئے تھے اور اس کا وعدہ سچا تھا' اور کچھ وعدے میں نے بھی کئے' پس میں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ مجھے تم پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ میں تمہیں اپنے رستے کی طرف بلاتا۔ تو تم نے میری بات مان لی۔ پس اب مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ کو برا بھلا کہو''۔ قیامت میں تو یہ ساری حقیقت ہمارے سامنے آ جائے گی' لیکن آج اگر ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں تو وہی کچھ ہوتا رہے گا جو اب ہو رہا ہے اور ابلیسی قوتیں اپنے اہداف پورے کر لیں گی۔ اب فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

(مرتب: محمد خلیق)

ضرورت برائے ایجنسی ہولڈر

حمزہ ٹاول ٹریڈرز فیصل آباد کے ذریعے ٹاول ایجنسی حاصل کرنے کیلئے رابطہ کریں۔
محمد اصغر صدیقی' حمزہ ٹاول' دکان نمبر 77' مدینہ سنٹر' فیکٹری ایریا فیصل آباد
نوٹ: ایجنسی ناکام ہونے کی صورت میں پوری رقم واپس ملے گی۔ فون: 0333-6520922

تجزیے کا تجزیہ

ایوب بیگ مرزا

❁ شہباز شریف کی واپسی کے عنوان سے راقم کا جو کالم چند ہفتے قبل شائع ہوا تھا۔ اس میں ملکی استحکام اور سلامتی کے حوالے سے چند تجاویز پیش کی تھیں۔ ان میں ایک اہم تجویز یہ تھی کہ نواز شریف فیملی' بے نظیر بھٹو اور الطاف حسین جیسے عوامی لیڈروں کو واپس بلایا جائے اور انہیں ملک میں اہم سیاسی رول ادا کرنے کے لئے فری ہینڈ دیا جائے۔ اس تجویز پر ہمارے ایک محترم قاری اور بزرگ نے راقم کے نام طویل خط لکھا ہے اور سخت گرفت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شریف فیملی ایک معاہدے کے تحت جلاوطن ہوئی جبکہ بے نظیر بھٹو کی جلاوطنی خود ساختہ قدم ہے۔ الطاف حسین کے حوالے سے ان کا ردعمل بہت شدید ہے۔ انہوں نے راقم کو طعنہ دیا ہے کہ ایسے تجزیے لاہور کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر تو لکھے جاسکتے ہیں لیکن اہالیانِ کراچی پر جو قیامت گزر رہی ہے اس کا اندازہ باہر سے ممکن نہیں ہے۔ محترم قاری نے بڑے دکھے دل سے اہالیان کراچی کی حالت زار اور ان پر ٹوٹنے والے مظالم کی تفصیل بیان کی ہے۔ محترم قاری نے میری اس رائے سے بھی شدید اختلاف کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان کو کسی بیرونی طاقت سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ ہمیں اصل خطرہ اندرونی صورتِ حال سے ہے۔ اگر پاکستان سیاسی' معاشی اور معاشرتی لحاظ سے مستحکم نہ ہوا تو پاکستان کی بقا بھی خطرے میں پڑ جائے گی اور کسی بیرونی قوت کو کسی بڑی کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہماری مغربی سرحد بالکل غیر محفوظ ہے۔ امریکہ پاکستانی علاقے میں گرم تعاقب کے بہانے داخل ہوا چاہتا ہے' لہٰذا ہمیں اصل خطرہ اسلام اور پاکستان کی دشمن قوتوں سے ہے۔ بزرگ قاری کے تمام تر احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں ان کی خدمت میں چند گزارشات عرض کروں گا۔

میری تجویز میں جو بات بین السطور موجود ہے اور اس کا ذکر آپ نے خود اپنے طویل خط میں کیا ہے کہ بیرونی قوتیں پاکستان کے اندر مختلف بہانوں سے امن و امان کو تباہ کر رہی ہیں' قتل و غارت کا بازار گرم کر رہی ہیں۔ مذہبی منافرت پھیلا رہی ہیں اور مختلف ممالک اور فرقوں کے اکابرین کی ٹارگٹ کلنگ کر رہی ہیں کسی بھی ملک کے خلاف جارحانہ عزائم کی تکمیل سے پہلے اس قسم کے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ اگر اس ملک کے باسی دشمن کی اس پالیسی کو سمجھتے ہوئے اپنے اتحاد کو قائم رکھیں ہر قسم کی غیر قانونی کارروائیوں کے خلاف دیوار بن جائیں تو یہ دشمن کو ابتدائی سطح پر شکست دینے کا باعث بنے گا۔ اب آپ جو چاہیں کہیں یا سمجھیں اور کسی کو کتنا ہی گردن زدنی سمجھیں آپ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ نواز شریف کا پنجاب میں زبردست ووٹ بینک ہے' بے نظیر کا کچھ تھوڑا پنجاب میں اور سندھ کے دیہی علاقوں میں زیادہ ووٹ بینک ہے۔ الطاف حسین کا سندھ کے شہری علاقوں خصوصاً کراچی اور حیدر آباد وغیرہ میں زبردست کنٹرول ہے اور موجودہ حکومت کا فوجی حصہ امریکہ کی غلامی کی وجہ سے سخت غیر مقبول ہے اور اس کا سویلین حصہ نیب زدہ ہونے کی وجہ سے اپنا اعتماد کھو چکا ہے۔ لہٰذا پاکستان کے بیرونی دشمنوں کو اندرون پاکستان کارروائیوں میں بڑی سہولت حاصل ہو جاتی ہے۔ مجھے اپنے محترم قاری سے صدفی صد اتفاق ہے کسی ملک کی سلامتی کو آخری اور کاری ضرب کوئی بیرونی قوت ہی لگاتی ہے لیکن میرا پختہ ایمان ہے کہ کسی بیرونی قوت کو اس وقت تک ایسا کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی جب تک آمرانہ اور غیر مقبول حکومت کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ملک میں تخریب کاری اور دہشت گردی سے افراتفری اور لاقانونیت پیدا نہ کر دی جائے اور مطلوبہ فضا تیار نہ ہو جائے۔ 1971ء میں پاکستان کے دولخت ہونے کا معاملہ لے لیں۔ اگر فوجی طالع آزما اور آمر حکومتیں مشرقی پاکستان کی مقبول قیادت کو کارنر نہ کر دیتیں اور عوامی لیگ کو دیوار کے ساتھ نہ لگا دیا جاتا اور اس کے نتیجے میں مکتی باہنی جنم نہ لیتی تو کیا بھارتی فوج مشرقی پاکستان پر چڑھائی کرنے کی جرأت کر سکتی تھیں۔ مجیب الرحمٰن کو اقتدار دے دیا جاتا تو ایک دو سال میں اس کی مقبولیت ہوا ہو جاتی۔ بھٹو کو ایک فوجی طالع آزما نے پھانسی چڑھا دیا۔ اس پھانسی نے پیپلز پارٹی کی مقبولیت کو عروج پر پہنچا دیا۔

راقم وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ بھٹو دور میں پیپلز پارٹی اتنی مقبول نہیں تھی جتنی پھانسی کے بعد ہوئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دختر بھٹو بے نظیر جب 10/اپریل 1986ء کو لاہور کے ہوائی اڈے پر اتریں تو پاکستان کی تاریخ میں ایسا استقبال کسی کا نہیں ہوا تھا جیسا بے نظیر بھٹو کا ہوا۔ لیکن اسی بے نظیر کو جب اقتدار ملا تو عوام نے اسے بری طرح ردّ کر دیا اور اس کے جانے پر مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ کم از کم پنجاب جو اسمبلی کی نشستوں کے حوالے سے سب سے بڑا صوبہ ہے' اُس میں اُس کی اس وقت پوزیشن نہ ہونے کے برابر ہے۔ کسی مقبول لیڈر کو جتنی دیر عوام سے دور رکھیں گے وہ عوام کے دلوں کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔ کاش اے کاش ہمارے محب وطن لیڈر اور حکمران یہ بات سمجھ لیں اور یہ نسخہ آزمائیں کہ ایسے لیڈروں کو عوام میں دے ماریں۔ چند سال نہیں چند ماہ میں عوام انہیں ردّ کر دے گی کیونکہ ان کی اصلیت عوام پر ظاہر ہو جائے گی۔ اگر آپ نے انہیں سیاسی میدان سے دور رکھا تو وہ باہر بیٹھے مزے بھی اڑاتے رہیں گے اور ٹیلی فونک خطابات سے عوام کو انگلیوں پر نچاتے رہیں گے۔ لوگ بدامنی' تخریب کاری اور دہشت گردی کا الزام حکومت کو دیتے رہیں گے۔ عوام اور حکومت میں فاصلے بڑھتے رہیں گے اور ان فاصلوں سے بیرونی ایجنسیاں اور تخریب کار فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور اس کا الزام کبھی مذہبی اور کبھی لسانی جماعتوں پر لگتا رہے گا جس کا یہ لازمی نتیجہ نکلے گا کہ عوام میں باہم تصادم بھی ہو گا اور حکمرانوں سے کشیدگی بڑھے گی اور یہ ہو گا دشمن بیرونی قوتوں کے لئے سنہری موقع کہ وہ اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کرے۔ لہٰذا پاکستان کے حکمرانوں اور عوام کے لئے اپنی سلامتی کے تحفظ کے لئے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اندرون ملک اتحاد اور مفاہمت کی فضا قائم کی جائے اور مقبول قیادت کے راستے میں کوئی مصنوعی رکاوٹیں کھڑی کرنے کی بجائے اسے موقع دیں اگر وہ مخلص ہو کر ملکی استحکام کے لئے واقعی کام کرے (ایسا ناممکن نہیں) تو ہم سب ان کا خیر مقدم کریں گے' لیکن جیسا کہ ہم سب کو یقین ہے اور ماضی میں تجربے سے بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ ناکام ہوں گے تو عوام پر اُن کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی اور انہیں جلاوطن کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ عوام خود انہیں بھگا دیں گے۔ اگر آپ کسی مقبول لیڈر کو گولی مار دیں گے یا پھانسی چڑھا دیں گے تو اس کے مزار کا کوئی مجاور اور بڑا لیڈر بن کر ابھرے گا مرحوم کے نام پر جذبات کو مشتعل کرنے اسے روشنی کا معیار قرار دے گا اور اس کی سیاست کو آگے

بڑھا کر بلکہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے جا کر اپنی لیڈری چمکائے گا اور خرابی بسیار کا باعث بن جائے گا۔ پھر آپ کہیں گے کہ اتنا برا تو وہ بھی نہیں تھا۔

قصہ مختصر پاکستان کی سلامتی کا راز باہمی اتحاد، مفاہمت اور یگانگت میں ہے ایسی صورت میں کوئی بیرونی قوت ہم پر بری نگاہ ڈالنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتی۔ مزید مثالوں کی ضرورت ہو تو عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر طالبان اور شمالی اتحاد باہمی جنگ و جدل اور قتل و غارت میں اپنی قوت جھونک نہ رہے ہوتے تو امریکہ افغانستان پر حملہ کرنے سے پہلے سو بار سوچتا۔ پھر یہ کہ فضائی حملوں سے تباہی تو مچا تا لیکن بغیر انسانی شیلڈ حاصل کئے کبھی افغانستان کی سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرتا۔ یہی معاملہ عراق کا ہوا۔ ظالم و جابر صدام حسین نے اتنی خوفناک آمریت قائم کی ہوئی تھی کہ کوئی زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اپنے لوگوں پر بم برساتا تھا جس سے احمد شیلابی جیسے لوگ عراق سے بھاگ کر امریکہ میں پناہ گزین ہوئے اور امریکہ کو عراق پر حملہ کرنے کے لئے اکساتے رہے اور انہیں بتاتے رہے کہ مظلوم عوام صدام حسین سے نجات حاصل کر کے شکرانے کے نفل ادا کریں گے اور امریکہ کو اپنا نجات دہندہ سمجھیں گے اور پھولوں کے ہاروں سے امریکی فوجیوں کا استقبال کرے گی۔ یہ تو خدا کا کرنا ہے کہ عراقی عوام نے دورانِ جنگ ہی سمجھ لیا کہ امریکہ کا اصل منشا کیا ہے اور اس نے امریکی فوج کو رد کر دیا اور اسے ایک دن کے لئے بھی قبول نہیں کیا۔ آج امریکہ عراق کی دلدل میں پھنس چکا ہے۔ بہرحال عراقی گورننگ کونسل اور بہت سی مفاد پرست قوتیں اپنے عوام کے خلاف امریکہ کی مدد کر رہی ہیں تبھی تو امریکہ وہاں قدم رکھنے اور عراقیوں کا قتل عام کرنے میں کامیاب ہوا۔

میں آخر میں ایک بار پھر اپنے محترم قاری کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگرچہ جرم ضعیفی کی سزا تو ہمیشہ ہر قوم نے بھگتی ہے اور بھگتتی رہے گی لیکن موجودہ جمہوری دور نے طاقتور کو مجبور کیا ہے کہ وہ دنیا کو بتائے کہ اسے دوسرے ملک پر فوج کشی کرنے کی کیوں ضرورت پیش آ رہی ہے جبکہ ماضی میں طاقتور کو ایسی کسی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی آج کا طاقتور جو عذر تراش رہا ہے اس میں اہم ترین یہ ہے کہ فلاں ملک میں امن و امان نہیں ہے وہاں دہشت گرد پناہ لئے ہوئے ہے جو اس کی سلامتی کے لئے خطرہ بن چکے ہیں۔ وہاں کی عوام کو ظالم آمریت سے نجات دلانے کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا قومی فرض ہے کہ بیرونی دشمن قوتوں کو اندرون ملک سے کوئی سبز سگنل نہ ہو تب اول تو یہ کہ بیرونی دشمن حملہ کی جرأت نہیں کرے گا لیکن اگر وہ ایسی غلطی کرتا ہے تو ہمارا اتحاد اسے شکست فاش سے دوچار کر دے گا۔ ان شاء اللہ!

PRESS RELEASE

پریس ریلیز

مفتی شامزئی کی شہادت

31 رمئی (پریس ریلیز) مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت یقیناً ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ اس واقعہ کی پشت پر وجوہات کچھ بھی ہوں یہ بات نمایاں طور پر سامنے آئی ہے کہ اب ہمارے معاشرے میں قوت برداشت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ گذشتہ چند دنوں کے دوران کراچی میں ہونے والے تشدد کے واقعات اس کے گواہ ہیں۔

دریں اثناء اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر کھل کھیل رہے ہیں اور حکومت اُن کی نشاندہی اور سرکوبی کرنے میں بُری طرح ناکام رہی ہے۔

مفتی شامزئی کی شہادت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا کہ ایک عالم دین کی مظلومانہ شہادت اپنی جگہ ایک بڑا سانحہ ہوتا ہے لیکن اندیشہ اس بات کا ہے کہ کہیں قدرت کی طرف سے انتقامی طور پر معاشرے میں قتل و خون، بدامنی اور افراتفری میں مزید اضافہ نہ مسلط کر دیا جائے۔ ہمیں مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی جناب میں توبہ و استغفار بھی کرنا چاہئے اور اللہ کے ساتھ اپنے **خلوص و اخلاص** اور اطاعت کو بھی اپنا شعار بنانا چاہئے۔ شاید کہ اس طرح سے ہمارے سروں پر مسلط سزا ٹل سکے۔

ڈاکٹر عبدالخالق

ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی

Press Release

پریس ریلیز

یوم تکبیر

28 رمئی ہمارے لئے مسرتوں کا دن ہے، کیونکہ اس روز اللہ نے ہم مسلمانانِ پاکستان پر بڑا فضل کیا اور ہم اپنی ایٹمی صلاحیت کا اظہار کر کے ایٹمی قوت بن گئے۔ اس اعتبار سے اس دن کے لئے یوم تکبیر کا عنوان انتہائی عمدہ ہے۔ لیکن ہم نے ایٹمی طاقت بننے پر اللہ کے شکر کے تقاضے پورے نہیں کئے۔ جس کا عملی مظہر یہ تھا کہ ہم یہاں اللہ کا دین قائم کر کے واقعتاً تکبیر رب کا فریضہ ادا کرتے۔ چنانچہ اسی ناشکری کی سزا ہے کہ آج امریکہ اور اس کے پس پشت یہود کا سب سے بڑا ایجنڈا ہمیں ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہود ہمیں ایٹمی صلاحیت سے اس لئے محروم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ پورے گلوب بالخصوص عالم اسلام میں اپنے گھناؤنے عزائم کی تکمیل کی راہ میں اسے ایک رکاوٹ تصور کرتے ہیں۔ یہود دراصل پوری دنیا بالخصوص مسلمانوں کو سیکولر بنانا چاہتے ہیں۔ تاکہ انسان خود حاکمیت کا دعویدار بن کر اللہ کی حاکمیت کا انکار کر دے اور یوں وہ اللہ سے غافل ہو کر ابلیسی نظام کا پرزہ بن جائے۔ اسی طرح وہ عالمی سطح پر سودی معیشت کو فروغ دینا چاہتے ہیں تاکہ پوری دنیا کے وسائل و ذرائع ان کے کنٹرول میں آ جائیں اور باقی انسان محض معاشی حیوان بن کر ان کی چاکری کریں۔ رہی سہی کسر وہ بے حیائی اور فحاشی کے فروغ کے ذریعے اسلام کے معاشرتی نظام کو ختم کر کے پوری کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسان خاندانی نظام سے کٹ کر مکمل طور پر اُن کا غلام بن جائے۔ چنانچہ دنیا میں جہاں کہیں ان کے اس ایجنڈے کے خلاف آواز اٹھتی ہے وہ اسے اپنے خلاف بغاوت اور دہشت گردی قرار دیتے ہیں۔ عالم اسلام کے خلاف موجودہ مہم جوئی، نصاب تعلیم میں تبدیلی اور جہادی قوتوں کے خلاف کریک ڈاؤن اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہم اپنی ایٹمی صلاحیت کو بچا کر اسلام اور پاکستان کو بچا لیں گے بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اس معاملے میں سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے حکمران اور عوام خود یہود کے اسی ایجنڈے کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہود کا مقابلہ صرف اور صرف اللہ کی مدد ہی کے ذریعے کر سکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ہم پہلے ذاتی زندگی میں اللہ کے احکامات کو نافذ کریں اور پھر حقیقی اسلامی نظام کے قیام کے لئے متحد ہو کر جدوجہد کریں۔ صرف اسی صورت میں ہم باطل نظام سے ٹکر لے سکتے ہیں اور جس دن ہم نے یہ کر لیا وہی دن حقیقتاً یوم تکبیر ہوگا۔

ڈاکٹر عبدالخالق

ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی

روزنامہ ''دن'' کے فورم پر

بانیٔ تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب کا خطاب

نظام کا انقلاب

مروّجہ سیاسی' معاشرتی اور اقتصادی نظام میں انقلاب کیونکر آ سکتا ہے؟

اصل میں میری یہاں جو حاضری ہوئی ہے' وہ اس کالم کے حوالے سے ہے جو میری ایک تقریر کے ضمن میں جناب قیوم نظامی صاحب نے لکھا اور آپ کے ہاں ''دن'' میں شائع ہوا۔ میرے ذمہ نظامی صاحب کے کئی شکریئے ہیں۔ پہلا شکریہ اس لئے کہ وہ تین گھنٹے سے زیادہ کے ہمارے اجلاس میں بڑے صبر اور سکون کے ساتھ تشریف فرما رہے اور شرکت فرمائی۔ اس سے پہلے بھی میری تقریروں میں یہ شریک ہوتے رہے ہیں اور جیسا کہ انہوں نے لکھا کہ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور سٹیج کے اوپر بھی لوگ بیٹھے تھے' سیڑھیوں پر بھی تھے' لیکن یہ کہ میری 2 گھنٹے اور 34 منٹ کی تقریر میں کوئی ایک شخص بھی اٹھا نہیں۔ دوسرا شکریہ اس لئے واجب ہے کہ جب میرے علم میں آیا کہ نظامی صاحب کچھ اس بارے میں لکھ رہے ہیں' انہوں نے ٹیلی فون پر مجھ سے خود ایک سوال کیا تھا' تو میں نے انہیں دعوت دی کہ آپ تشریف لائیں' کچھ گفتگو ہو جائے۔ تو یہ تشریف لے آئے۔ یہ بھی ان کی بڑی مہربانی ہے۔ میرے ذمے اس کا شکریہ واجب ہے۔ تیسرا شکریہ یہ ہے کہ جب یہ آئے تو انہوں نے مجھے اپنی کتاب ''جو دیکھا' جو سنا'' پیش کی۔ جس سے بہت سی معلومات تو پہلے سے بھی تھیں' لیکن دھندلا گئی تھیں' اب تازہ ہو گئیں۔ خاص طور پر نظامی صاحب کا جو کردار سامنے آیا ہے وہ اس سے پہلے میرے سامنے اتنا واضح نہیں تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ انہوں نے ننگی کمر پر کوڑے بھی کھائے ہوئے ہیں اور یہ کہ بغیر کسی لالچ کے' نہ کسی آفس کی طلب' نہ کسی شہرت کی طلب' انہوں نے ایک خاص مقصد' جو بھی ان کا تھا' اس پر اپنی زندگی گزاری ہے۔ پھر ایک شکریہ مزید یہ کہ اس وقت بھی وہ یہاں موجود ہیں بلکہ معلوم ہوا ہے کہ اس پروگرام کے روح رواں وہی ہیں۔

جہاں تک اس کالم کے بارے میں مجھے عرض کرنا ہے جو انہوں نے لکھا تھا' تو میرے نزدیک نظامی صاحب دو چیزوں کو کنفیوز کر رہے ہیں۔ ایک ہے سیاسی تحریک' اور ایک ہے نظام کا انقلاب۔ اب ان کا تو نام بھی نظامی ہے یعنی Political Social Economic System میں بنیادی تبدیلی لانا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ سیاسی تحریک کے لئے جو موجودہ معاشرہ ہو' اس کی کسی دکھتی رگ کو آدمی سمجھ لے اور اس کو ایک Slogan کے طور پر اگر اٹھائے تو جو بھی لوگ اس دکھتی رگ کی وجہ سے تکلیف اور مصیبت میں ہیں وہ یقیناً آپ کے قریب آ جائیں گے' جمع ہو جائیں گے اور جذباتی انداز میں آپ کوئی ایک تحریک چلا سکتے ہیں۔ بہت سی تحریکیں ناکام بھی ہو جاتی ہیں لیکن بہت سی تحریکیں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ میرے سامنے دو تحریکیں اس نوعیت کی ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ بھی ایک جماعت نہیں تھی بلکہ ایک تحریک تھی۔ مسلم لیگ کا کوئی واضح فکر نہیں تھا' تھا بلکہ ایک جذبہ اور Slogan جو اسلام کے نام پر لگا اور اس نے مسلمانانِ ہند کو اس کے ساتھ جمع کر دیا اور ایک سیاسی تبدیلی ملک کے اندر آ گئی اور ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ لیکن نہ مسلم لیگ ایک جماعت تھی' نہ اس کے کارڈز معین تھے' نہ اس کا کوئی ڈسپلن تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے ہی وہ ہدف' پولیٹیکل ہدف حاصل ہوا تو وہ جماعت بھی Disintegrate ہو گئی۔ اس جماعت کی کوئی حیثیت نہیں رہی اور جس مقصد کے لئے ملک بنا تھا اس کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ ساڑھے ستاون برس گزر جانے کے بعد آج تک۔ دوسری تحریک بھٹو صاحب کی تھی' عوامی تحریک ایک ہی تھی۔ میری ایک کتاب بھی ہے' جسے میں نے قیوم صاحب کو پیش کی ہے کہ پاکستان میں عوامی سیاست کا پہلا دور۔ اس سے پہلے جو کچھ ہو رہا تھا وہ تو ڈرائنگ رومز کی سیاست تھی اور بند کمروں میں بیٹھے ہوئے سیاست ہو رہی تھی لیکن بھٹو صاحب نے جو تحریک شروع کی تھی' وہ عوامی تھی۔ انہوں نے غریب عوام کا نعرہ لگایا۔ بانی جو ان کے مراحل تھے کس طرح وہ مختلف مراحل میں سے گزرے۔ لیکن جو نعرہ لگایا' روٹی' کپڑا اور مکان گویا کہ غریبوں' کسانوں اور مزدوروں کے لئے اس میں ایک بڑی زبردست کشش تھی۔ جس سے اس تحریک نے بڑے بڑے معجزے سرانجام دیئے۔ یعنی بڑے بڑے چغادری قسم کے خاندانی سیاست دان تھے انہیں عام کارکنوں نے شکست دی اور پھر ایک حکومت بھی بنی لیکن اس کے بعد اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ اس لئے کہ نہ تو وہ وعدے پورے ہوئے۔ ایک گروپ وہ تھا جو جاگیرداری اور زمینداری کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ بھٹو صاحب اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اور اگر قیوم صاحب برا نہ مانیں تو میں کہوں گا کہ He could not out grow his feudal line. وہ اپنے اس فیوڈل طبقے کے باہر نہیں آ سکے۔ کارخانے نیشنلائز کر لئے لیکن زمیندار کے خلاف نہیں بلکہ ان کے پارٹی کے لوگوں نے کیا یہی' کہا کہ نہیں نہیں ہاری خود ہی نہیں لے گا زمین۔ حالانکہ کس قدر بچگانہ بات ہے۔ ہاری اور کاشتکار کے لئے زمین سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی تھی کہ اسے زمین دی جاتی۔ بہرحال وہ تحریک بھی ناکام ہوئی اور پھر پارٹی بھی Disintegrate ہوئی۔ سارے فاؤنڈرز علیحدہ ہو گئے۔ تو یہ ایک دوسری مثال ہے۔ اگرچہ انہوں نے جو ایک Self Respect پیدا کر دی تھی' غریبوں میں' مزدوروں میں اور کسانوں میں۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک تو اس کا منفی نتیجہ نکلا۔ میرے نزدیک بھٹو نے دو عظیم کام کئے۔ ویسے تو یہ کہ اور بھی گنے جا سکتے ہیں۔ پاکستان کا دستور بنایا جانا' حج پالیسی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دو بڑے کام ان کے یہ تھے کہ انہوں نے غریب کو ایک Self Respect عطا کی ہے لیکن منفی نتیجہ یہ نکلا کہ مزدور نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ تو ایک Heat

پیدا کر دینا اور بات ہے اور heat اور Steam کو استعمال کرنا بالکل دوسری بات ہے۔ اس میں وہ فیل ہو گئے۔ اسی طرح انہوں نے سیاست کو بند کمروں' ڈرائنگ روموں سے نکال کر چوک اور گلی میں لا کر کھڑا کر دیا۔ لیکن ذرا میں گندے الفاظ استعمال کر رہا ہوں' لیکن میرے احساس کی صحیح ترجمانی نہیں ہو سکے گی کہ پہلے اس کا Rape ہوتا تھا گدیلوں کے اوپر۔ اب اس کا Rape ہو گیا ہے چوک میں اور گلی کے اندر۔ تو وہ بھی اس سے اصل میں کوئی فائدہ اٹھا نہیں سکے جو انہوں نے قدم اٹھایا تھا صحیح۔ تو ان دو تحریکوں کو میں سامنے رکھ رہا ہوں۔ ایک تحریک اور چلی تھی ہمارے ہاں جو کامیاب ہوئی' ایک مرتبہ ناکام' دوسری مرتبہ کامیاب۔ وہ مذہبی تحریک تھی ختم نبوت کی۔ 1953ء میں وہ ناکام ہو گئی۔ اس لئے کہ اس کی قیادت کچھ سیاست دان کر رہے تھے لیکن یہ کہ 1974ء میں وہ آ کر کامیاب ہوئی۔ یہ کہ ایک بالکل غیر سیاسی آدمی مولانا سید یوسف بنوری اس کی قیادت کر رہے تھے اور بھٹو کے بڑے بڑے کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے جس تحریک سے اس Agitation کو Handle کیا جس طرح اس مسئلے کو خالص دستوری' قانونی انداز میں طے کرایا' یہ بھی یقیناً بڑے کاموں میں سے ایک ہے۔

اب اس پس منظر میں میں نے نفی کی بات پہلے کر دی ہے۔ میرے نزدیک جو کوئی واقعی انقلاب وہ ہوتا ہے کہ جو Political-social-Economic کے کسی نہ کسی ایک پہلو کے اندر بنیادی تبدیلی لائے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا تھا۔ نظامی صاحب کو یاد ہوگا کہ مذہبی تبدیلی کو انقلاب نہیں کہا گیا حالانکہ ایک وقت میں Constantine جب عیسائی ہوا ہے تو پوری رومی سلطنت عیسائی ہو گئی۔ اتنا بڑا واقعہ۔ لیکن کوئی بھی اسے انقلاب نہیں مانتا۔ البتہ فرنچ انقلاب ہے۔ اس لئے کہ سیاسی ڈھانچہ بدلا۔ بالشویک انقلاب ہے' اس لئے کہ اس سے معاشی ڈھانچہ بدلا۔ یہ انقلاب ہیں۔ انقلاب کے لئے جو اقدامات میں نے گنوائے تھے جن کو بہت ہی صحیح انداز میں' اگرچہ اختصار کی وجہ سے بات پوری تو Convey نہیں ہو سکتی۔ آخر اڑھائی گھنٹے کی تقریر کہاں اور کہاں یہ ایک چھوٹا سا کالم۔ لیکن اس میں میں اس وقت اپنی بات جو کر رہا ہوں وہ دو حصوں میں ہے۔ ہاں تو میں نے چھ اقدامات گنوائے تھے لیکن اب میں 4+2+1 میں تقسیم کر کے رکھ رہا ہوں۔ سب سے پہلا انقلابی کام ایک پارٹی بنانا ہے۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ پارٹی کے اندر آئیڈیالوجی کے بارے میں پوری ہم آہنگی ہو۔ جو بھی انقلابی آئیڈیالوجی ہو اس کے اندر اختلاف نہ ہو۔ Specially in the leading class of the Party۔ عوام کے اپنے اپنے تاثرات ہو سکتے ہیں لیکن جو بھی Lead کر رہے ہوں جو Upper Elite ہے' اس کے اندر بالکل واضح تصور ہونا چاہئے' دوسرے یہ کہ اس کا واضح ہدف ہونا چاہئے کہ ہم کرنے کیا چلے ہیں۔ نمبر تین یہ کہ اس کا ڈسپلن بہت ہی مضبوط ہونا چاہئے۔ تو ڈسپلن تو خیر قائداعظم کے زیر قیادت مسلم لیگ میں بھی تھا' بھٹو کے زیر قیادت پیپلز پارٹی کا ابتدائی دور' اس میں بھی تھا۔ لیکن پہلی دو چیزوں کا فقدان تھا کیونکہ نہ تو کوئی واضح مشورہ رہ گیا تھا کہ اب یہ لفظ لگا لو' اب اس طرح کر لو۔ اسلامی سوشلزم کر دو' اسلامی مساوات کر دو' روٹی' کپڑا' مکان۔ کوئی فلاسفی' آئیڈیالوجی اور کوئی نظریہ وہاں موجود نہیں تھا۔ لہٰذا مختلف لوگ اپنے اپنے ذہن کے مطابق آ کر جڑ گئے۔ کچھ سخت قسم کے سوشلسٹ بھی آ گئے' کیمونسٹ بھی آ گئے۔ پھر یہ کہ خاص طور پر جب نظامی صاحب نے تو وہ بات نہیں لکھی ہے۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ بھٹو صاحب کا اپنا ارادہ بھی الیکشن میں آنے کا نہیں تھا۔

He wanted to come into power through an agitation۔ عوامی تحریک کے ذریعے سے۔ لیکن یحیٰی خان نے ایسی شکل پیدا کر دی تھی' Corner کر دیا تھا کہ اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ رہا نہیں تھا۔ اگرچہ اس کے بہت سے ساتھی مخالف رہے۔ جب راستہ بدلا ہے تو پھر اس نے تقاضے بھی پورے کئے ہیں۔ زمینداروں' جاگیرداروں کو بھی ٹکٹ دیئے۔ اگرچہ کچھ عوامی بھی تھے لیکن زیادہ تر اس نے انہی لوگوں کے ساتھ مفاہمت کی۔ تو پہلی بات یہ کہ پارٹی ایک لمبی جدوجہد کے ذریعے سے امتحانات میں سے گزرے۔ ماریں کھائیں' شروع میں تضحیک ہوتی ہے۔ مذاق اڑایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور پھر یہ کہ ٹارچر' تشدد اور Persecution۔ تو جب تک اس بھٹی میں سے لوگ نہ گزرے ہوں۔ اگر اس کے بغیر انقلاب کامیاب ہو جائے تو پھر وہ انقلاب دیرپا نہیں ہوتا۔ اس میں اکبر الہ آبادی کا ایک شعر ہے۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل' جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ' تعمیر نہ کر!

تو یہ خام لوگوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ جو اس طریقے سے بھٹیوں میں سے گزر کر آئیں۔ اور ان کے اندر بھی Non Violance ہو کہ The Take all persecution without any retaliation پر امن' جیسے کہ گاندھی نے تحریک چلائی۔ عدم تعاون' عدم تشدد۔ ہم تو کھدر پہنیں گے' تمہارا کپڑا نہیں پہنیں گے' اس کے بعد پھر جب عوامی دور آتا ہے جس کو Punch کہتے ہیں جو Final asort ہوتی ہے۔ اس وقت یقیناً کوئی ایسی بات سامنے لانی پڑتی ہے کہ جو عوام کو بھی اپیل کر جائے۔ آئیڈیالوجی عوام کو اپیل نہیں کیا کرتی وہ تو Upper Elite کو Apeal کرتی ہے لیکن یہ کہ عوام کے لئے بھی کوئی نعرہ استعمال کیا جائے۔ جھوٹا نہ ہو' لیکن یہ کہ آپ اپنی آئیڈیالوجی کے اندر سے کوئی ایسی چیز جو عوام کی سمجھ میں آئے اور اس کے مطابق کام کیا جائے۔ پھر عوام ساتھ آئیں گے۔ اور پھر ایک عوامی تحریک کے نتیجے میں ایک انقلاب برپا ہوگا۔ تو اصل میں بہت ہی خلوص اور اخلاص کے ساتھ نظامی صاحب نے جو مجھے مشورے دیئے ہیں۔ وہ میرے نزدیک اصل میں اس سیکنڈ فیز سے متعلق ہیں جب تک ایک پارٹی نہیں بنے گی With definite caders اور ان کا ڈسپلن' ان کا ذہن بالکل واضح نہیں ہوگا اور اس پر ہم آہنگی نہیں ہوگی۔ اب مثال کے طور پر حضورؐ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو عرب' یہ عرب اصل میں ایک ملک تھا جسے کئی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس کو کہتے ہیں الجزیرہ' یہ الجزیرۃ العرب تھا۔ پھر عراق عرب' شام عرب' یہ بھی عرب ہے۔ اس کے سارے زرخیز علاقوں کے اوپر' ادھر عراق کے اوپر ایران کا قبضہ تھا اور شام کے اوپر رومنز کا قبضہ تھا اور جنوب میں کچھ علاقہ تھا یمن' اس کے اوپر ایرانی قابض تھے۔ تھوڑا سا علاقہ مدینے سے ذرا دور آگے جا کر شمال میں تھا تو اس کے اوپر یہودی قابض تھے۔ مدینے میں یہودی بیٹھے ہوئے تھے اور اصل ساہوکار تھے۔ لیکن ایک تحریک اٹھ سکتی تھی کہ عرب کو آزاد کرایا جائے۔ لیکن حضورؐ نے اس کا نام تک نہیں لیا۔ وہاں غریب بھی تھے اور سب سے بڑھ کر غلام تھے جن کا حال انتہائی خراب تھا۔ تو ان کی بہتری کا کوئی نعرہ نہیں لگایا بلکہ جو آئیڈیالوجی تھی جس کو ہم ایک لفظ ''ایمان'' میں مانتے ہیں تو اس کے تین Idealogical پہلو ہیں۔ حاکمیت صرف اللہ کی' کامل ملکیت صرف اللہ کی' حاکمیت کے بجائے ہمارے لئے خلافت ہے اور ملکیت کے بجائے امامت ہے۔ اور تمام انسان برابر ہیں۔ پیدائشی طور پر کوئی اونچ نیچ نہیں۔ کالے گورے' مشرقی مغربی۔ ہاں بعد میں کسی نے علم زیادہ حاصل کیا ہے اس کا علم کی بنیاد پر احترام کیا جائے گا۔ تقویٰ زیادہ ہے تو تقویٰ کی بناء پر۔ تو اس اعتبار سے حضور ﷺ نے جس قدر بارہ سال کی شدید محنت کئے میں کی ہے اس کا Out Come یہ تھا کہ جماعت مہاجرین کی اور آخری وقت تک اصل ریڑھ کی ہڈی یہی مہاجرین تھے۔ مدینے میں آنے کے بعد تو نفاق شروع ہو چکا تھا۔ بہت شدت کے ساتھ کیونکہ وہاں کے لوگ تو ان امتحانات سے گزرے بھی نہیں تھے۔ ان کے اندر وہ استحکام آیا ہی نہیں تھا۔ لہٰذا غزوہ احد کے اندر ایک تہائی منافق چلے آئے تو اس کے بعد جو بھی دور آیا ہے وہ ایک عوامی دور تھا۔ لیکن

اس سے بارہ برس پہلے حضورؐ نے جماعت تیار کی۔

تو اس لحاظ سے ہمیں موجودہ حالات میں اگر ہمیں اسلامی انقلاب چاہئے۔ ایک تو یہ ہم کسی ایک پہلو سے کوئی تبدیلی چاہیں' مثلاً یہاں ایک تحریک اٹھ سکتی ہے' زمینداروں کے خلاف۔ میں حیران ہوں نہیں اٹھ رہی۔ آخر سوشلسٹ فکر کے لوگ موجود ہیں۔ اچھا میں جب بولتا ہوں زمینداری کے خلاف' مزارعت کے خلاف اور کہتا ہوں کہ یہ سب کی سب زمینیں خراجی ہیں' کسی کی ملکیت یہاں ایک انچ زمین نہیں ہے۔ یہ سب اصل میں پوری قوم کی زمینیں ہیں۔ ہم ازسرنو تقسیم کر سکتے ہیں۔ میرے اس خیال کو بھی کوئی اخبار پک اپ نہیں کرتا۔ بڑے بڑے ترقی پسند بھی پک اپ نہیں کرتے۔ یہ ضرور پک اپ کر لیں گے کہ انہوں نے سویاں کھانی بند کرا دیں حالانکہ میں نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ میں نے کبھی کرکٹ کا گیم دیکھا تک نہیں اور یہ کہ یہ کہاں رگڑتے ہیں اپنی گیند کو۔ یہ میری کردار کشی بڑے پیمانے پر ضیاء الحق نے خود کرائی تھی۔ اسے اندیشہ ہو گیا تھا کہ یہ شخص میرے خلاف ہے۔ اور میں نے خود کہا کہ 5 جولائی 1982ء کو میں نے یہاں گورنر ہاؤس میں ان سے ملاقات کی اور میں نے پہلے تو ان سے کہا کہ آپ اپنے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لیے ہوئے ہیں۔ وہ گھبرائے کہ یہ کیوں کہہ رہے ہیں۔ مجھے بھی خیال ہوا کہ میں نے بڑی جسارت کر دی ہے کہ یہ نماز کا نشان ہے اور میں اسے کلنک کا ٹیکہ کہہ رہا ہوں۔ میں نے تو محاورہ استعمال کیا تھا۔ کہنے لگے کیا بات ہے؟ میں نے کہا دیکھئے آپ نے فیڈرل شریعت کورٹ قائم کی۔ اس میں اپنے Hand Picked علماء کو رکھا۔ On your own Choice' چاہے وہ پیر کرم شاہ صاحب تھے اور چاہے مفتی تقی عثمانی اور چاہے ملک غلام علی۔ ان کے بھی آپ نے ہاتھ باندھ دیئے کہ آپ عائلی قوانین پر بھی بات نہیں کر سکتے جو انگریز نے کبھی نہیں چھیڑے۔ جنہیں ہندوستان میں آج تک کوئی حکومت چھیڑ نہیں سکی۔ Common Civil Court بی جے پی کے Manifesto کا حصہ ہے۔ آج تک بی جے پی اس پر عمل نہیں کر سکی۔ اس لئے کہ دوسری پارٹیاں اس کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے اجازت نہیں دی۔ آج بھی ہندوستان میں کیا ہے! راجیو نے یہ قانون بنوا دیا تھا کہ No court in the length and bredth of India, can interfere in the family laws of the Muslims. بشمول سپریم کورٹ۔ مسلمانوں کے فیملی لاز ان کے علماء طے کریں گے۔ ہمارے ہاں کیا ہوا! ایک آمر نے فیملی لاز بنائے۔ پہلے آرڈیننس تھا' پھر وہ لاز بن گئے۔ پھر وہ چلتے رہے۔ اور ضیاء الحق اسلام اسلام کرتے ہوئے پی این اے کی تحریک کا پکا پکایا ہوا سارا حلوہ اس نے کھایا اور اس معاملے کے اندر یہ ہے کہ میں نے جنرل ضیاء سے یہ نہیں کہا کہ جو میں کہتا ہوں وہ آپ کریں' یہ قوانین بنواتے تھے غلام احمد پرویز۔ وہ منکر حدیث تھے' میں نے کہا پرویز صاحب ابھی زندہ ہیں وہ آ جائیں اور ثابت کر دیں کہ ان میں کوئی چیز غیر اسلامی نہیں ہے۔ میں خوش' میرا خدا خوش۔ میں کہتا ہوں آپ ان کے ہاتھ کھول دیں۔ کہنے لگے پھر ان عورتوں کو کون مطمئن کرے گا۔ میں نے کہا اگر یہی آپ کی سوچ کا معیار ہے تو پھر میں آپ کے ساتھ شوریٰ میں نہیں بیٹھ سکتا۔ میں نے اپنا استعفیٰ لکھ کر دے دیا۔ اس وقت میں نے ان سے کہا تھا' میں اس وقت آپ کے خلاف ایک تحریک چلا سکتا ہوں۔ پاکستان کی تمام مسجدوں سے میرے حق میں تقریریں ہوئیں۔ جماعت اسلامی کے میاں طفیل صاحب نے حیدر آباد میں میرے حق میں تقریر کی۔ اسی طریقے سے کراچی میں گورنر عباسی کی بیوی نے چند عورتوں کو لے کر جو مظاہرہ کیا تھا کراچی کے ٹی وی سٹیشن پر اس کے جواب میں سینکڑوں برقعہ پوش خواتین نے جوابی مظاہرہ کیا۔ میں نے کہا میں شروع کر سکتا ہوں تحریک لیکن میرے پاس پارٹی نہیں ہے۔ میں اس وقت کوئی ہنگامہ کھڑا کروں گا تو اس کا فائدہ کچھ اور لوگوں کو پہنچے گا۔ میں نے نام نہیں لیا تھا مراد میری M.R.D تھی۔

تو آج کی یہ صورت حال جو ہے' اس میں ہمیں اسلامی انقلاب کے لئے پہلی بات یہ ہے کہ ایمان دلوں میں اترا ہوا ہو۔ ورنہ نہیں ہو سکتا۔ ایمان ہماری زبانوں پر ہے' ایک رسم Creed کی حیثیت سے ہے۔ وہ ہمارے عقیدے میں نہیں ہے۔ پہلا کام سب سے مشکل کام۔ باقی دنیا کے فلسفے تو مادی فلسفے ہوتے ہیں۔ جدلی مادیت' لیکن یہ ماورائیت کے اوپر اللہ' آخرت' فرشتے اور وحی اس پر ایمان اور یقین آسان کام نہیں ہے۔ دوسرے نمبر پر یہ کہ منظم جماعت جو بیعت کی بنیاد پر ہو ایک لیڈر کے ہاتھ پر۔ ایسی جماعت جب تک تیار نہیں ہوتی۔ کوئی عوامی تحریک چلانا خواہ مخواہ کا بس وقت کا ضیاع ہے۔ ہاں اگر اللہ کو منظور ہو کہ ایسی جماعت جو انقلابی انداز میں پیدا ہو جائے تو پھر ہم چاہے جاگیرداروں کے خلاف نعرہ لگائیں' چاہئے بے حیائی اور عریانی ہو' چاہے سود کے خلاف نعرہ لگائیں' مظاہرہ کریں گے' جا کر بینکوں کا گھیراؤ کریں گے۔ 50 ہزار شیعوں نے اگر گھیراؤ کیا تھا نیشنل اسمبلی کا تو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی ناک رگڑی گئی تھی اور اس نے اہل تشیع کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اس لئے کہ 50 ہزار جا کر بیٹھ گئے۔ یہ بھی تاریخ کا بڑا واقعہ ہے کہ ''جنگ'' کے خلاف ایم کیو ایم نے اس شکایت پر کہ یہ ہماری خبروں کو صحیح طور پر کوریج نہیں دے رہا ہے۔ گھیراؤ کیا' کئی دن تک نکلنے نہیں دیا۔ اس کے بعد حال یہ ہو گیا کہ اگر الطاف بھائی کو چھینک بھی آتی تھی تو اس کی خبر بھی ''جنگ'' کے پہلے صفحے پر ہوتی تھی۔ آج الطاف بھائی کو چھینک آتی ہے تو یہ عوامی تحریک ہوتی ہے۔ اسی کے حوالے سے آخری سٹیج کے اعتبار سے خمینی کا بادشاہ کے خلاف اقدام۔ اگرچہ اس میں بہت سے عناصر شامل تھے' پارٹی نہیں تھی' ساری چیزیں جو میں بیان کر رہا ہوں اس میں نہیں تھیں' لیکن یہ کہ اگر اس نے جو Push کیا' وہ یہی تھا کہ عوامی Push تھا۔ اللہ کرے کہ وہ وقت آئے اور میری دعا ہے کہ قیوم نظامی صاحب جیسے مخلص لوگ ہماری اس تحریک میں شامل ہوں۔ میری تو اب زندگی شام زندگی سے گزر کر شب زندگی میں داخل ہو چکی ہے۔ میرے نزدیک اسلام کی انقلابی تحریک اس وقت چوتھی نسل میں ہے۔ پہلی جنریشن میں اقبال نے اسلام کا انقلابی تصور دیا کہ یہ مذہب نہیں ہے دین ہے۔ یہ اپنا غلبہ چاہتا ہے' مکمل غلبہ لیکن اقبال وہ Man of the field نہیں تھا۔ کوئی جماعت یا تحریک نہیں شروع کر سکا۔ دوسرے فیز میں ابوالکلام آزاد نے حزب اللہ قائم کی 1913ء میں حکومت الٰہیہ کا نعرہ لگایا۔ 1912ء میں انہوں نے الہلال نکالنا شروع کیا تھا لیکن اس وقت کا جو روایتی مذہبی مولوی تھا۔ جو اسلام کو مذہب بنا کر بیٹھا ہوا تھا۔ دین کا تصور تھا ہی نہیں۔ وہ اتنا مضبوط تھا کہ ابوالکلام آزاد مایوس ہو کر 1920ء میں اس نے اس تحریک کو لپیٹ دیا۔ پھر تیسری جنریشن میں مودودی آیا اور اس نے وہی حکومت الٰہیہ کا نعرہ لے کر جماعت اسلامی بنائی ہے 1941ء میں جب اس نے دیکھ لیا کہ مسلم لیگ نے اب پاکستان کے حصول کے لئے 1940ء کی قرارداد پاس ہو گئی ہے اور ایک قومی تحریک کا آخری فیصلہ ہو گیا ہے تو پھر انہوں نے اصولی اسلامی انقلابی جماعت کی حیثیت سے جماعت اسلامی کو قائم کیا۔ یہ تین الفاظ ''اصولی اسلامی انقلابی' جماعت' ضرور نوٹ کر لیجئے! لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں آ کر وہ الیکشن کے میدان میں جب کود گئے تو وہ ایک اسلام پسند قومی سیاسی جماعت بن گئی۔ چوتھی جنریشن میں میں خود کو اور اپنی تنظیم کو شمار کرتا ہوں۔ And I hope in the next generation۔ یہ پراسیس اس حد کو پہنچ جائے گا کہ ہم اس کے ایک عوامی دور کو شروع کر سکیں گے۔ آپ لوگوں کا شکریہ کہ آپ نے توجہ سے میری بات سن لی ہے۔

یا الٰہی تو ہمیں عاملِ قرآں کر دے
پھر نئے سرے سے مسلماں کو مسلماں کر دے
وہ پیمبرؐ جسے سرتاجِ رُسل کہتے ہیں
اس کی اُمت کو ذرا تابعِ فرماں کر دے

اپنی اولاد کے ساتھ دشمنی مت کیجئے

خورشید انجم

❁ ہمارے معاشرے کا ایک سلگتا ہوا المیہ جس نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا وہ گلوبلائزیشن کے ہماری سوسائٹی پر پڑنے والے اثرات ہیں۔ اس گلوبلائزیشن کے نتیجے میں دنیا سکڑ کر رہ گئی ہے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا کا کونہ کونہ ہماری نگاہوں کے فوکس میں ہے لیکن خود ہماری ناک کے نیچے کیا ہو رہا ہے۔ ہم اس سے قطعی بے خبر ہیں۔

آج جبکہ امریکہ عراق میں بہیمت کا ننگا ناچ کھیل رہا ہے اور اسرائیل کا قصاب وزیر اعظم ایریل شیرون جس کی سفاک ذہنیت کے آگے ہلاکو اور چنگیز کی سفاکی ماند پڑ گئی ہے۔ مسلمانانِ فلسطین پر مظالم ڈھا رہا ہے ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم ان تمام حالات سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ غمگین اور مضطرب بھی ہیں۔ مگر مغرب کی یہ شیطانی طاقتیں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی آڑ میں مسلم ممالک اور بالخصوص پاکستان میں کیا کھیل کھیل رہی ہیں کیا اس سے ہماری قوم آگاہ ہے یا نہیں؟

تاریخ کا سبق یہی ہے کہ مسلمان کو خود مسلمان نے غیروں سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ مسلمان اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات کو جس طرح پامال کر رہے ہیں' شرم وحیاء کی پاکیزہ اقدار کو جس طرح کچل کر عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں کیا مسلمانانِ پاکستان کو اس کا ادنیٰ سا بھی ادراک ہے؟

خیر و شر کی جو کشمکش روز ازل سے جاری ہے اس میں شیطان نے انسان کو بھٹکانے کے لئے جو پہلا حربہ استعمال کیا جس کے نتیجے میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو بے لباس کر دیا۔ چونکہ انسان کی فطرت میں شرم و حیا رکھ دی گئی ہے لہٰذا انہوں نے فوراً پتوں سے اپنا ستر ڈھانپنے کی کوشش کی۔ اب قیامت تک شیطان نے مہلت مانگ رکھی ہے کہ وہ اولاد آدم کو اسی طرح شرم وحیا سے عاری کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر بفحوائے حدیث نبویؐ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ کے مصداق جب حیا ختم ہو جائے تو انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ ڈھیٹ ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز اس پر کارگر ثابت نہیں ہوتی' یعنی بے حیا باش وہر چہ خواہی کن بے حیائی اور فواحش کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ یہ چیز دنیاوی معاملات پر اس حد تک اثر انداز ہوتی ہے کہ حکومتوں کے زوال تک کا باعث بن جاتی ہے۔

نیز عذاب الٰہی کی صورت میں نت نئی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جس میں ایڈز سر فہرست ہے۔ انسان اپنی تمام تر ترقی کے باوجود اب تک اس کو پھیلنے سے نہیں روک سکا ختم کرنا تو بڑی بات ہے۔ یہود اور ہنود نے باقاعدہ ایک پلاننگ کے تحت بے حیائی ہمارے معاشرے میں انجیکٹ (Inject) کی ہے اور اب نصاب تعلیم کی تبدیلی کے ذریعے اس تابوت میں آخری کیل ٹھوکی جا رہی ہے۔

غیر سرکاری سطح پر نمک حلال قسم کی این جی اوز اور مافیا مرد و زن جو قاہرہ کانفرنس اور بیجنگ پلس فائیو کانفرس کے فلسفے کو لے کر قابل نفرت مطالبات کو حقیقی ضرورت کے لحاظ سے پیش کر رہے ہیں۔ ان سے بھی ایک قدم بڑھ کر وہ نام نہاد مسلمان دانشور جو ایک خاص منصوبے کے تحت لوگوں کے اذہان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لئے قرآن اور حدیث سے کسی ٹھوس استدلال کے بغیر اسلام کے معاشرتی نظام اور ستر وحجاب جیسے احکامات کو وقفوں وقفوں سے مختلف فورمز پر اچھالتے رہتے ہیں اور افسوسناک امر تو یہ ہے کہ یہ کام باقاعدہ سرکاری سرپرستی میں ہو رہا ہے۔

محترم والدین! اس سب کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ اصل ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ خود غور کریں کہ قرآن کے حکم "قوا انفسکم واھلیکم نارا" کے تحت وہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ سے بچانے کا اہتمام کر رہے ہیں؟ اس میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز لقمہ حلال ہے' اکل حرام کا نتیجہ حرام کی صورت میں ہی نکلے گا۔ جو بو کر گندم کی فصل کی امید عبث ہے۔

گندم از گندم بروید جواز جو

دوسرے! کیا ہم نے اپنے گھر میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ہمارے گھروں میں کیا دیکھا جا رہا ہے۔ ٹی وی' وی سی آر' کیبل' ڈش' کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسی جدید ایجادات کو گھروں میں لا کر ہم ماڈرن تو ہو گئے لیکن کیا ان کے استعمال کا طریقہ بھی ہمیں آیا ہے؟ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر ہماری اولاد ان چیزوں کو کس طرح استعمال کر رہی ہے؟

آخری لیکن اہم ترین بات کہ ہم نے اپنی اولاد کی تعلیم اور اس سے بھی آگے بڑھ کر ان کی تربیت کے لئے کیا اہتمام کیا ہے؟ ان کی دنیا سنوارنے کے لئے تو ہم کوشاں ہیں لیکن ان کے دین کے لئے ہم نے کیا کیا؟ ورنہ نتیجہ وہی نکلے گا کہ آخری عمر میں یا تو ان کی شکل دیکھنے کو ترس جائیں گے یا شکوہ کریں گے کہ اولاد نافرمان ہو گئی ہے اور مرنے کے بعد بھی اپنے لگائے ہوئے پودے کے سبب وبال اور عذاب کا مزہ چکھیں گے گویا خسیر الدنیا والآخرہ کی عملی تصویر بن کر رہ جائیں گے۔ (العیاذ باللہ)

تو کیا اب بھی اہل ایمان کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور جو کچھ اللہ نے حق کلام نازل فرمایا ہے اس کے سامنے جھک جائیں۔ (الحدید) کے مصداق کیا ابھی بھی وقت نہیں آیا کہ ہم سوچیں' غور کریں' یوٹرن لیں اور استغفار اور خود احتسابی کرتے ہوئے اپنی اور اولاد کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار لیں۔ بصورت دیگر ہم سے بڑا بدقسمت اور بدنصیب کوئی نہ ہوگا کہ ہمارے پاس آب حیات تھا اور پیاس سے ہلاک ہو گئے۔

✿ ✿ ✿

جدا ہو دیں تعلیم سے

مریم النساء

❁ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ہمارا دین اسلام ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام کا تعلیم سے کیا تعلق؟ یہ سوال کئی لوگوں سے سننے کو ملتا ہے۔ ویسے تو دین کا تعلق ہی ہم نے زندگیوں سے ختم کر دیا ہے۔ باقی کسر حکومت نصاب تعلیم میں تبدیلیاں کر کے پوری کر رہی ہے۔ ان تبدیلیوں کے حوالے سے ہی بات کرنا مقصود ہے۔ مگر ان تبدیلیوں کا ہر گز ذکر نہیں ہے۔

سب سے پہلے دین اور مذہب کے درمیان فرق کو

سمجھنا از حد ضروری ہے۔ مذہب نام ہے چند رسوم' چند عبادات کا کہ جن کا تعلق انسان کی نجی زندگی سے ہوتا ہے۔ اس کے برعکس دین ایک نظام حیات پیش کرتا ہے۔ انسان کی اجتماعی و انفرادی سطح پر رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک دین ہے۔ اس سے وہ معاشرتی' معاشی' سیاسی' ہر شعبۂ حیات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے اور اس میں نظامِ تعلیم بھی شامل ہے۔

میں چند مختصر مثالوں کے ذریعے یہ واضح کرنا چاہوں گی کہ دین اور تعلیم کا باہمی ربط کیا ہے اور کس طرح کی تبدیلیاں ہمارے نصاب میں ہونی چاہئیں۔

ہمارے بچے جیسے ہی اسکول جانا شروع کرتے ہیں انہیں دوسری تیسری جماعت ہی سے کائنات کی Evolution کے بارے میں بتانا شروع کردیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں Big Bang تھیوری پڑھائی جاتی ہے۔ جس کے مطابق کائنات ایک بہت بڑے دھماکے کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ یعنی کہ اتفاقاً۔ اس کے علاوہ بھی مختلف سائنس دانوں کے اس بارے میں مختلف خیالات پڑھائے جاتے ہیں۔ اب ذرا سوچئے کہ جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے وجود میں آنے کے تمام مراحل بیان کئے ہیں تو کیوں ہمارے بچوں کے ذہن میں ان جھوٹے اور خیالی تصورات کو بٹھایا جارہا ہے۔

اب آپ حیاتیات کی طرف چلئے۔ وہاں سکھایا جاتا کہ اس دنیا میں سب سے پہلے وجود میں آنے والا ایک Cell تھا اور اس میں مختلف تبدیلیوں کی وجہ سے آج انسان وحیوان وجود میں آئے۔ مثلاً مچھلیاں پانی میں رہتی ہیں تو کبھی یوں ہوا کہ تالابوں وغیرہ میں پانی کم ہوگیا۔ اور ان تالابوں میں جو مچھلیاں تھیں انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے جب دوسرے تالابوں کا رخ کیا تو خشکی کا راستہ طے کرتے وقت ان میں سے کچھ میں ایسی تبدیلیاں ہوئیں کہ وہ مینڈک کو وجود میں لانے کا سبب بنیں۔ اور اس طرح یہ سلسلہ پرندوں سے ہوتا ہوا انسان تک پہنچا۔ دیکھئے کس طرح سے غیر محسوس طریقے سے بچوں کے ذہنوں میں ڈارون کا نظریہ پختہ کیا جارہا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس بات کی پوری تفصیل ملتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہ السلام کو تخلیق کیا اور زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا اور تمام مخلوقات کو بنایا۔

اس کے بعد اگر اردو اور انگریزی کا نصاب اٹھایا تو اردو کے نصاب میں شامل غزلیات زیادہ تر شاعروں کی عشق و عاشقی سے متعلق ہیں۔ کچھ بہت اچھی بھی ہیں مگر یہاں عمومی روش کا ذکر ہے اور انگریزی کے نصاب میں بھی خاصی فضول باتیں شامل ہیں۔ اتنے ناپختہ ذہنوں کو جب یہ سب کچھ پڑھایا جائے گا تو ہم کس طرح امید رکھیں گے کہ ہمارے بچے اعلیٰ کردار واخلاق کے مالک ہوں گے۔

کیا اب بھی ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ دین و تعلیم کا کوئی تعلق نہیں؟ اس کا مطلب یہی ہوا کہ ہمارے بچے حقائق کی بجائے صرف مفروضے اور خیالات ہی سیکھ رہے ہیں۔ کیا ان میں وہ ایمان وہ صلاحیتیں پیدا ہوں گی جو آج ہمیں مطلوب ہیں؟ ایسے بچے کیا دنیا پر حکمرانی کرنے کے قابل ہوں گے جنہیں خود اپنی حقیقت' کائنات کی حقیقت کا نہیں پتہ؟ جس کا اپنا وجود مشکوک ہو وہ رب العالمین کی معرفت کیسے حاصل کرے گا؟

ہمارے نصاب تعلیم میں تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ وہ تبدیلیاں کس قسم کی ہوں' قارئین خود فیصلہ کریں۔ انگریزی ہو یا حیاتیات' طبیعات ہو یا کیمیا' تمام شعبوں میں ہمارے مسلمان مصنف و سائنس دانوں نے دین کے اصولوں کو سامنے رکھ کر کتابیں لکھیں اور نصاب مرتب کیا۔ قرآن سے رہنمائی حاصل کریں کیونکہ اس دین وقرآن سے حاصل کیا ہوا علم تھا جس نے یتیموں کو دنیا کا والی' غلاموں کو زمانے کا آقا اور عرب کے صحراؤں میں اونٹ چرانے والے بدوؤں کو جہاں گیر اور جہاں آرا بنادیا تھا! ✪

لپٹن چائے اور ٹی وی چینلز

اختر ندیم

✪ ہندوستان میں انگریز آئے تو ان کے ساتھ انگریز سرمایہ دار بھی آئے۔ لپٹن چائے کی کمپنی والے بھی آئے۔ لیکن ہندوستانی چائے نہیں پیتے تھے۔ بلکہ مقامی طبیب اور حکیم چائے کے مضر اثرات بیان کرتے تھے۔ ہندوستان کی اتنی بڑی منڈی دیکھ کر لپٹن کمپنی کے منہ میں پانی بھر آتا لیکن ہندوستانی چائے کی طرف راغب نہ ہوتے تھے۔ لپٹن کمپنی ایک بڑی Multinational ہے اس نے دور رس پلان بنایا اور پورے ہندوستان میں چائے کے اسٹال قائم کردیئے۔ ان اسٹال پر مفت چائے پلائی جاتی تھی۔ شروع شروع میں لوگوں کو خوشامد کرکے اور دعوت دے کر بلایا جاتا تھا۔ پھر لوگ خود آنے لگے۔ ایک مدت بعد چائے کی قیمت رکھ دی گئی۔ لیکن اب لوگ عادی ہوچکے تھے۔ آج پاکستان میں زرمبادلہ خرچ کرکے چائے درآمد کی جاتی ہے۔ لپٹن کمپنی نے مفت چائے کا نقصان بھی کا پورا کرلیا ہے اور اب پانچوں گھی میں ہیں۔

کچھ ایسا ہی معاملہ TV کا تھا۔ پاکستان میں دینی حلقوں کی طرف سے TV گھروں میں رکھنے کی مخالفت کافی عرصے سے تھی۔ کئی جماعتوں اور تنظیموں نے اپنے کارکنان اور رفقاء کو گھروں سے TV نکالنے کی مہم چلانے کو کہا۔ خاص طور پر ڈش اور کیبل کی مخالفت تو بہت شدید تھی۔ مقررین ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے مستقل ڈراتے تھے جو اپنے ہاتھوں اپنی حلال کمائی سے اپنے بچوں کے لئے ڈش یا کیبل خرید کراتے تھے۔

جب تک پاکستان میں صرف PTV تھا تو دینی حلقے اپنا کام کرتے رہے اور PTV والوں کی چونکہ سرکاری نوکری تھی تو انہوں نے بھی کوئی کوشش نہ کی۔ پھر پاکستان میں پرائیویٹ چینلز آئے جن کی اپنی سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے۔ وہ مارکیٹ میں زیادہ سے زیادہ منافع کمانے آئے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان دینی حلقوں کی وجہ سے ان کی مارکیٹ خراب ہورہی ہے۔ زیادہ نہیں' پھر بھی عوام کی ایک تعداد دینی حلقوں کے تحت کیبل کا استعمال کرنے کو پسندیدہ نہیں سمجھتی تھی۔ اگر استعمال کرتے بھی تھے تو اضطراب قلبی کے ساتھ ایک guilty feeling کے ساتھ۔ عام طور پر جو لوگ کیبل پر پروگرام دیکھتے تھے وہ اس کا ذکر کرنے سے گریز کرتے تھے۔

پھر پرائیویٹ چینلز نے ایک کھیل شروع کیا۔ جو ان کے نقطۂ نظر سے بہت کامیاب جارہا ہے۔ اچانک ان چینلز پر علماء کو دعوت دی جانے لگی۔ مختلف مکاتب فکر کے چھوٹے بڑے' معروف اور غیر معروف' باصلاحیت اور نیم حکیم مولوی' غرض دینی حلقوں کی خوب پذیرائی ہونے لگی ہے۔ دینی حلقے اس بات پر خوش ہیں کہ ہمیں اپنی بات کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ PTV جس پر تو صرف مخصوص اور محدود علماء کا گزر تھا۔ یہاں سب کو موقع مل رہا ہے۔

(علماء کی بات کتنے لوگ سمجھ رہے ہیں یا ان کا کیا تاثر عوام پر بن رہا ہے وہ ایک الگ موضوع ہے) سب سے بڑا انقلاب یہ آیا کہ دینی حلقوں کی طرف سے کیبل اور TV کی مخالفت اب تقریباً ختم ہوگئی ہے۔ بلکہ اب میں ان اشخاص سے واقف ہوں جو ماضی قریب میں کیبل کو لعنت کہتے تھے اور ان کی واعظ اور تقریر میں TV اور کیبل پر زبردست گرج برس سنائی دیتی تھی۔ اور اب انقلاب زمانہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو کیبل لگوانے کو کہتے ہیں۔ ان چینلز کو تحسین کے خطوط لکھنے کو کہتے ہیں جو علماء کو اپنے پروگراموں میں بلاتے ہیں۔ اس دن کیا ہوگا جب یہ چینلز والے ان پروگراموں کو بند کردیں گے؟ اس دن کیا ہوگا؟ جب یہ چینلز والے اپنے پرگراموں میں صرف ان ''علماء'' کو دعوت دیں گے جو Modern Islam اور Liberal Islam کی بات کرتے ہیں۔

لپٹن کمپنی ایک دفعہ پھر بازی لے گئی!

سید قطب شہید

ڈاکٹر حافظ سید خالد محمود ترمذی

سید قطب 1906ء میں مصر کے ایک صوبے اسیوط میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ کٹر مذہبی تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر ان کا خاندان قاہرہ کے نواح حلوان میں منتقل ہوگیا تو آپ نے مزید تعلیم کے لئے قاہرہ کے تجہیزیہ دارالعلوم میں داخلہ لے لیا وہاں سے میٹرک کرنے کے بعد قاہرہ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے یہاں 1933ء میں ایجوکیشن یعنی تعلیم میں بی اے کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپکو وزارت تعلیم میں انسپکٹر آف سکولز تعینات کر دیا گیا۔ وہاں سے تعلیم کے جدید نظام میں اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ امریکہ چلے گئے۔ جہاں کی مادہ پرست تہذیب نے آپ پر منفی اثر ڈالا۔ امریکہ سے واپسی پر 1945ء میں آپ نے امام حسن البناء کی تحریک اخوان المسلمین میں شمولیت اختیار کر لی۔ جلد ہی آپ کی مدلل اور مؤثر تحریریں اور مضامین بڑے ذوق وشوق سے پڑھے جانے لگے آپ کو امام حسن البناء کے بعد تحریک اخوان کا دماغ نہی منکر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ 1949ء میں تحریک کے بانی امام حسن البناء کی شہادت کے بعد اخوان کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے حسن الہضیبی جیسا مرشد عام' عبدالقادر عودہ جیسا سیکرٹری جنرل اور سید قطب جیسا شعلہ بیاں مقرر' مفکر اور لکھنے والا مل گئے۔ 1952ء میں آپ کو اخوان المسلمین کے شعبۂ نشرو اشاعت کا انچارج بنا دیا گیا۔ آپ اخوان کی ورکنگ کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ 1954ء میں آپ کو اخوان کے ترجمان "الاخوان المسلمون" کا چیف ایڈیٹر بنا دیا گیا اس وقت تک آپ سیاسی میدان میں بھی کافی نام پیدا کر چکے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کرنل جمال عبدالناصر اخوان کی مدد سے شاہ فاروق کی بادشاہت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہوا تھا لیکن جب اخوان نے حسبِ معاہدہ ناصر سے مصر میں اسلام کے نفاذ پر اصرار کیا جو وہ کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس کی تربیت و پرورش لا دینی کے ماحول میں ہوئی تھی اور انقلاب تو وہ اپنے ذاتی اقتدار کے لئے لایا تھا' اسلام سے تو اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ یہاں سے ناصر اور اخوان میں مخالفت اور کشمکش کا آغاز فطری امر تھا۔ سید قطب نے جولائی 1954ء میں برطانیہ اور مصر کے مابین ہونے والے اینگلو انجپشین معاہدے کی مخالفت کی۔ ستمبر 1954ء میں الاخوان رسالے پر پابندی لگا دی گئی نتیجتاً فوجی حکومت اور اخوان کے مابین شدید کشمکش شروع ہوگئی۔ فوجی آمریت اخوان کی عوام میں مقبولیت سے اس قدر خائف تھی کہ اسے اپنے اقتدار کا سنگھاسن ڈولتا نظر آیا۔ لہٰذا اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اخوان پر فوجی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کا بے ہودہ الزام لگا کر اس کے ممتاز رہنماؤں اور ہزاروں کارکنوں کو جیل میں ڈال دے۔ 15 جولائی 1955ء کو ملٹری کورٹ نے سید قطب کو 15 سال قید سخت کی سزا سنائی۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر فی ظلال القرآن "قرآن کے سایہ تلے" انہی ایام اسیری کی صعوبتوں میں قلم بند فرمائی۔ 9 سال کی قید و بند کی سختیاں جھیلنے کے بعد 1964ء میں عراق کے سابق صدر عبدالسلام عارف کی سفارش پر ناصر نے آپ کو رہا کر دیا لیکن ایک سال میں فوجی آمریت اپنے کئے پر نادم ہوگئی اور آپ کو پھر اسی بے ہودہ الزام (فوجی حکومت کے خلاف سازش) کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا پڑی آپ کی آخری تصنیف "معالم فی الطریق" (Milestones) کو ملٹری ٹریبونل نے انتہائی خطرناک قرار دیا کہ اس میں آپ نے عوام کو انقلاب پر اکسایا ہے اور اسی الزام میں آپ کو سزائے موت سنائی گئی۔ (اسی فوجی آمریت کو کون سزا سناتا جس نے نہ صرف فوج کو فاروق کی حکومت کے خلاف اکسایا بلکہ اس سازش پر عمل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا؟) آپ کے ساتھ عبدالقادر عودہ کو بھی سزائے موت دی گئی۔ 29 اگست 1966ء کو اس عالم بے بدل کو محض اس گمان پر کہ وہ فوجی حکومت کا تختہ الٹ دے گا موت کی نیند سلا دیا گیا لیکن سید قطب جیسے لوگ شہادت کے بعد بھی زندہ جاوید رہتے ہیں بلکہ امر ہو جاتے ہیں۔ آپ کی تحریریں آج بھی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر (جن میں اردو بھی شامل ہے) شائع ہو رہی ہیں اور نوجوان پڑھنے والوں پر گہرا تاثر چھوڑ رہی ہیں جن کی وجہ سے اسلامی تحریکوں کو مزید کارکن میسر آ رہے ہیں اور اسلامی تحریک کو نیا تازہ خون مل رہا ہے اور وہ پھر سے جوان ہو رہی ہیں جبکہ ناصر اور سادات جیسے آمروں کو آج پوچھنے والا بھی کوئی نہیں۔

سید قطب شہید نے انسانی معاشروں کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اسلامی معاشرہ واحد معاشرہ ہے جس کی خوش نما عمارت عدل وانصاف کے سنہری اصولوں اور بنیادوں پر اٹھائی گئی ہے۔ دوسرا جاہلی معاشرہ ہے جو حق کی ہدایت و رہنمائی سے تغافل ولا پرواہی برتتا ہے۔ لہٰذا آپ کے نزدیک ہر وہ معاشرہ جاہلی معاشرہ ہے جو اپنے عقائد و نظریات' عبادات رسوم و رواج اور قوانین کو احکامِ الٰہی کے تابع نہیں کرتا۔ آپ نے جاہلی معاشروں کی مزید اقسام بتائی ہیں۔ سب سے پہلے کمیونسٹ معاشرہ ہے جو اپنے لادین اصولوں کی وجہ سے خدا کے وجود سے ہی انکاری ہے اور رسالت و نبوت کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ دوسرے نمبر پر وہ بت پرست معاشرے ہیں جو دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں مثلاً ہندوستان' ایشیا اور افریقہ کے بت پرست معاشرے تیسرے نمبر پر عیسائی اور یہودی معاشرے ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنے بنیادی عقائد تک کو بدل ڈالا ہے بلکہ اپنی الہامی کتابوں تک کو مسخ کر دیا ہے اور خدا کے بھیجے ہوئے انبیاءؑ اور رسولوں میں خدائی صفات پیدا کر لی ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کا تثلیث کا عقیدہ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور یہودیوں کا حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا قرار دینا۔

آخر میں تمام مسلم معاشروں کو بھی آپ نے جاہلی معاشرے قرار دیا ہے۔ اسی لئے نہیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور خدا کی عبادت یا پوجا کرتے ہیں بلکہ اسی لئے کہ وہ اپنی زندگیاں احکامِ الٰہی کے مطابق نہیں گزارتے ہیں۔

سید قطب فرماتے ہیں: "ان میں سے بعض مسلم معاشرے تو کھلم کھلا اپنے آپکو لادین Secular کہتے ہیں اور دین و مذہب سے کسی بھی قسم کے تعلق کی علی الاعلان نفی کرتے ہیں۔ دوسرے صرف زبانی کلامی تو مذہب کا احترام کرتے ہیں' اسلام اسلام کرتے ہیں لیکن اپنی عملی زندگی میں انہوں نے اسے مکمل طور پر ترک کر دیا ہے بلکہ ان احکام و قوانین کی پیروی علی الاعلان کرتے ہیں جن سے اسلام نے منع کیا ہے اور ایسے اعمال کرتے ہیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے مثلاً اکثر اسلامی ممالک کی معیشت مکمل طور پر سود پر مبنی ہے اور سود خواری کو قرآن کریم نے خدا اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے علاوہ بیشتر اسلامی ممالک میں مسلم خواتین بے پردہ آزادانہ بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔

نکاح بیاہ میں غیر اسلامی رسوم و رواج کی سختی سے پابندی کرتی ہیں۔ رہن سہن میں مسرفانہ طرزِ زندگی کہ معاشرہ طبقات میں بٹ گیا سرکاری محکموں میں رشوت اور کمیشن کا عام چلن ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہ تمام معاشرے جن میں انسان اپنے جیسے انسانوں کا استحصال کرتے ہیں۔ انسانی تہذیب کی ابتدا ہی سے انسانوں نے اپنے جیسے انسانوں کی آزادیوں پر قدغنیں اور پابندیاں لگائی ہیں تا کہ وہ ان پر حکمرانی کر سکیں یہیں تک بس نہیں کہ انسان انسانوں پر حکمرانی کرنے کے خواہاں ہیں بلکہ نظریات Ideolgies دوسرے نظریات پر ایک طاقتور قوم دوسری کمزور قوموں پر' ایک تہذیب دوسرے تہذیب غلبے اور حکمران کی خواہاں ہے۔

اسلام جس معاشرے کی تخلیق چاہتا ہے اس کا مفصل و مکمل نقشہ قرآن و سنت میں مرقوم ہے جسے صاحب قرآن جناب رسول اللہ ﷺ نے انقلابی تحریک کے نتیجے میں اولاً مدینہ میں پا کر دکھایا جو آپؐ کی حیات طیبہ تک پورے عرب پر چھا چکا تھا اور جس کی حدیں آپؐ کے مخلص اور سچے پیروکاروں اور جان نثاروں یعنی خلفاء راشدین کے عہد میں افریقہ اور ایشیا تک پھیل گئی تھیں اور جو گزشتہ صدی کے ربع اوّل تک اسی عالمِ رنگ و بو میں اپنی بہار دکھاتا رہا تھا۔

سید قطب کے نزدیک اسلامی انقلابی تحریک کا مرحلہ بھی دو مرحلوں پر مشتمل ہے۔ انفرادی اور اجتماعی۔

انفرادی طور پر پہلے اپنے آپ کو ہر قسم کی سفلی اغراض اور نفسانی خواہشات سے پاک کر کے ایک اچھا اور پکا مسلمان ہونے کا ثبوت مہیا کرنا اور پھر اجتماعی طور پر تمام جاہلی معاشروں کے تسلط سے بنی نوع انسان کو نجات دلانے کے لئے جدوجہد یعنی جہاد کرنا۔

آج پھر دو تہذیبوں کا تصادم درپیش ہے ایک اسلامی تہذیب اور دوسرے جاہلی تہذیب میں معرکہ کارزار گرم ہونے کو ہے طبلِ جنگ بج چکا ہے۔ جاہلی تہذیب نے اسلامی تہذیب کو پہلے للکارا ہے۔

ان حالات میں سید قطب کے اصولوں کے مطابق پہلے تمام مسلمانوں کو خود پورے دین پر عمل پیرا ہونا ہوگا تبھی وہ موجودہ عالمی جاہلی تہذیب کا مقابلہ کر سکیں گے۔ بقول اقبال ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

منتخب تحریکی نظم

کوثر نیازی

بغاوت

(ایک طاغوتی ملازمت چھوڑنے کے بعد)

لوگ کہتے ہیں کہ کم عقل ہوں' مجنوں ہوں میں
میں نے کیوں اتنے زر و مال پہ یوں تھوک دیا
میں نے کیوں راحت و آرام پہ لعنت بھیجی
میں نے کیوں غربت و افلاس کو خود مول لیا

ہائے! اس راز سے واقف ہے نہ ملّا نہ فقیہ
عہدِ طاغوت میں جینے سے ہے مرنا اچھا
جس میں اسلام کا حلقوم ہو زیرِ خنجر
ایسے ماحول میں تو جیت سے ہرنا اچھا

ابنِ آدم کو ڈسیں ہر سُو زر و سیم کے ناگ
اور میں سِکوں کی جھنکار میں کھویا ہی رہوں
میری بہنوں کا لُٹے ملک میں ہر سمت سہاگ
اور میں لطف سے' آرام سے سویا ہی رہوں

میری رگ رگ میں ہے اربابِ غرض سے نفرت
میں رہوں ان کا وفادار یہ کیسے ہو گا؟
میرے اسلام کا ہر وقت اڑائیں جو مذاق
میں رہوں ان کا نمک خوار یہ کیسے ہو گا؟

میرا اعلان ہے اے حرص و ہوا کے بندو!
اب سے میں ظلم کا در باز نہ ہونے دوں گا
دینِ احمدؐ کے قوانین سے چونے والو!
جانبِ کفر تگ و تاز نہ ہونے دوں گا

میں جہاں بھر کی مشقت کو سہوں گا لیکن
آستانوں پہ کروں گا نہ جبیں فرسائی
مجھ کو منظور ہے افلاس میں جاں دے دینا
ابنِ آدم کی نہ مانوں گا مگر میں شاہی

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

ضرورت رشتہ

26 سالہ' سول انجینئر' MCS' گورنمنٹ ملازم' ذاتی جائیداد کے لئے
پنڈی/اسلام آباد سے موزوں رشتہ درکار ہے
رابطہ: معرفت سردار اعوان فون: 5869501-03 (042)

اقامت دین کی راہ میں مغالطے

ابوکلیم محسن

مثل مشہور ہے ''خوئی بد بہانہ بسیار'' اور یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں بھی ہے کہ جو بھی کسی کام سے پہلوتہی کرتا ہے اس کے لئے مختلف حیلے بہانے بنا لیتے ہیں' دوسری طرف لوگ بھی دلائل سے اس کا راستہ روکنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ راقم تنظیم اسلامی کا ادنیٰ کارکن ہے اور اقامتِ دین کے لئے کوشش فرض عین سمجھتا ہے۔ عاجز دروسِ قرآن سمیت اجتماعات عام سے بھی مخاطب ہوتا ہے اور پھر وہی حال ہوتا ہے جس کو فیض نے یوں بیان کیا ہے ۔

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سر بازار

کوئی پھبتیاں چست کرتے ہیں جبکہ کچھ ان کے مغالطوں کا حوالہ دے کر حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج میں لوگوں کی طرف سے ان غیر معقول دلائل کو زیر قلم لانا چاہتا ہوں جو اقامتِ دین کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

1۔ خلافت موعود ہے' یہ اللہ کا وعدہ ہے خود بخود ہو جائے گا۔
2۔ ہم میں استعداد نہیں۔
3۔ یہ تعلیم یافتہ لوگوں کا کام ہے۔
4۔ جو بھی دین کا کام کرتا ہے سب صحیح ہے۔
5۔ ہماری 90 فیصد زندگی انفرادی ہے جبکہ دس فیصد اجتماعی ہے جب انفرادی زندگی درست ہو جائے تو اجتماعی زندگی خود بخود درست ہو جائے گی۔
6۔ اقامتِ دین کا کام بہت مشکل ہے۔

پہلا اور سب سے پہلا مغالطہ جو اچھے خاصے سمجھدار لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے ''خلافت موعود ہے'' خود بخود ہو جائے گا۔ دیکھئے موت اور رزق بھی موعود ہے لیکن یہ ہسپتال کیوں مریضوں سے بھرے پڑے ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (الاعراف:34) رزق دینے کا وعدہ اللہ نے کیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود :6) لیکن صبح ہوتے ہی سب لوگ حصول رزق کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ گندم کا ایک دانہ بھی خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا ہے اس کے لئے ہل چلا کر زمین تیار کرنی ہو گی اور مناسب وقت پر بیج ڈالنا ہو گا اس کی آبیاری کرنا ہو گی تب فصل ملے گی۔ اس لئے کہ یہ دنیا ''عالم اسباب'' کہلاتی ہے۔ ان اسباب سے ہٹ کر کسی کام کا ہو جانا معجزہ ہے اور معجزوں کا سلسلہ ختم نبوت ہی کے ساتھ ختم ہو گیا ہے ''وَنَصَرُوْهُ'' کا مقصد بھی یہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مقصد بعثت ''لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ'' تھا۔ (التوبہ: 33) اس مقصد کے حصول کے لئے جب ہم کسی جماعت میں شامل ہو کر تن' من' دھن کی قربانی پیش کریں تب یہ ممکن ہے اور صحابہؓ نے اپنا سب کچھ لا کر آپؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا تو نصرت خداوندی آ گئی۔ آج اگر خلافت موعود ہے تو اس کے لئے محنت اور قربانی شرط ہے ۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

''ہم میں استعداد نہیں'' اکثر لوگ اس مغالطے میں بھی پڑے ہوئے ہیں حالانکہ سب میں استعداد ہوتی ہے۔ صبح سویرے ہی کوئی دفتر میں' کوئی دکانوں اور کھیتوں میں کام کرنے کے لئے جوق در جوق چلے جاتے ہیں۔ سب جلدی میں ہوتے ہیں۔ آج بہت دیر ہو گئی۔ اس کے لئے تو استعداد ہے' قرآن واشگاف انداز میں ان کی ہلاکت خیزی بیان کرتا ہے لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (التوبہ:42)

ایک اور مغالطہ جو لوگوں کے پاؤں کی زنجیر بنا ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ یہ تعلیم یافتہ لوگوں کا کام ہے' یہ اقامتِ دین ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ قرآن تعلیم یافتہ اور ان پڑھ سب لوگوں کے لئے ہے۔ یہ کوشش سب پر فرض ہے۔ قرآن گواہ ہے۔

﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○﴾
(آل عمران : 20)

ایک عظیم اکثریت اس مغالطے کا شکار ہے کہ جو بھی دین کا کام کرتا ہے صحیح ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ جزوی دین پر ایسے لوگ عمل پیرا ہیں اور ان پر اکتفا کئے ہوئے ہیں اور اس امر ربانی کو بھلایا ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً﴾ (البقرہ:208) اور مزید ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ.......﴾ (البقرہ:85)

اللہ کو خالص بندگی چاہئے اب چونکہ دین ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ ہم انفرادیت پر عمل پیرا ہیں جبکہ اجتماعیت طاغوت کے قبضے میں ہے۔ اس بندگی کو خالص کرنے کے لئے فلاح اخروی کے لئے اقامتِ دین کی کوشش فرض عین ہے۔ اس کے لئے منہج انقلاب نبوی کو Adopt کرنا ہے۔ لیکن ظلم بالائے ظلم یہ ہے کہ جب ہم جوتے خریدتے ہیں تو پوری مارکیٹ کو چھانتے ہیں۔ بیماری کے دوران پوچھتے ہیں کہ کونسا سپیشلسٹ اچھا ہے۔ لیکن جب بات اقامت دین اور تنظیم کی آتی ہے تو پھر جو بھی دین کا کام کرے سب صحیح ہے۔

باطل کی اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کیسا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

بعض لوگ اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہماری 90 فیصد زندگی انفرادی ہے جبکہ صرف دس فیصد اجتماعی ہے جب انفرادی زندگی درست ہو جائے تو اجتماعی زندگی خود بخود درست ہو جائے گی۔ لیکن میرے نزدیک 90 نہیں 95 فیصد زندگی اجتماعی ہے جبکہ صرف 5 فیصد انفرادی ہے۔ یہ ہمارے کپڑے' جوتے اور کھاد جو کھیتوں میں ڈالتے ہیں کیا یہ تمام سودی نظام کے زیر تحت سودی کارخانوں سے ہو کر نہیں آتے۔ یہ ہماری تنخواہیں کہاں سے آتی ہیں۔ ہماری انفرادیت اجتماعیت کے تابع ہے۔ انفرادی طور پر ہم کو صرف سانس لینے کی آزادی ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ انفرادیت زیادہ ہے یا اجتماعیت۔

امر قرآنی ہے ''اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ'' (النحل 125) پکارو اپنے رب کے راستے کی طرف۔ اب راستہ اجتماعی ہوتا ہے انفرادی نہیں' تو پکارو اس اجتماعی قانون' نظام کی طرف لیکن افسوس کہ ہم سوچتے نہیں ۔

(باقی صفحہ 18 پر)

شہر بہ شہر قصبہ بہ قصبہ "تنظیم اسلامی" کی سرگرمیاں اور اطلاعات

رپورٹ شب بسری ایبٹ آباد

مقامی عاملہ میں طے شدہ شیڈول کے مطابق 24 مارچ 2004ء کو المیز ان پبلک سکول اپر ملک پورہ ایبٹ آباد میں شب بسری کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز 24 مارچ بعد نماز عصر ہوا۔ دعوتی گشت کے لئے طریقۂ کار طے ہوا۔ ناظم دعوت عبدالجلیل صاحب کی قیادت میں گشت کیا گیا۔ اور بعد نماز مغرب درس قرآن کے لئے دعوت دی گئی۔ بعد نماز مغرب موتی مسجد اپر ملک پورہ میں سلطان صاحب نے ''آیۂ بر'' پر درس دیا۔ انہوں نے نیکی اور تقویٰ کی حقیقت کو سامعین پر واضح کیا۔ 25 رفقاء واحباب نے ان کا خطاب دلجمعی سے سنا۔ بعدازاں المیز ان سکول میں ذوالفقار علی صاحب نے شب بسری کے پروگرام کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس کے بعد حافظ ہارون صاحب نے ''دین ومذہب کا فرق'' واضح کیا۔ بعد نماز عشاء ذوالفقار علی صاحب نے مسجد محلہ نظامی میں سورۃ العصر کا درس دیا۔ انہوں نے انسان کی نجات کے لئے ناگزیر لوازم احسن طریقے سے بیان کئے۔ 18 رفقاء واحباب نے ان کا درس سنا۔ بعدازاں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطاب ''اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو'' کا ویڈیو دکھایا گیا۔ ایک حصہ دیکھنے کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ صبح نماز فجر کے بعد موتی مسجد کے خطیب صاحب کا درس قرآن سنا گیا۔ اس کے بعد المیز ان سکول میں ذوالفقار علی صاحب نے ملتزم رفقاء کے لئے انفرادی دعوت کے نئے طریقۂ کار پر گفتگو کی۔ اس پر سوال و جواب ہوئے۔ ناشتے کے بعد اعجاز صاحب ''اسلام پر عمل میں اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' نامی کتابچے کا مطالعہ کروایا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کے ویڈیو خطاب ''اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو'' کا بقیہ حصہ دکھایا گیا۔

بعدازاں مشورہ سے نئے ہینڈ بل کی تقسیم کا طریقۂ کار طے کیا گیا۔ پروگرام کے بارے میں رفقاء نے اپنے تاثرات بیان کئے اور آئندہ بھی شب بسری جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ پروگرام میں 5 رفقاء اور 1 حبیب نے کل وقتی جب کہ 3 رفقاء نے جز وقتی شرکت کی۔ (مرتب: اسد قیوم)

حلقہ بہاولنگر کا سہ روزہ دعوتی وتربیتی پروگرام

حلقہ بہاولنگر کے زیراہتمام تین روزہ دعوتی وتربیتی پروگرام فورٹ عباس میں 23 تا 25 اپریل منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں ناظم دعوت چوہدری رحمت بٹر صاحب اور ان کے نائب جناب اشرف وصی صاحب نے لاہور مرکز سے شرکت کی۔ ناظم دعوت جناب چوہدری صاحب کے تین عوامی خطابات رکھے گئے۔ فورٹ عباس میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا۔

پروگرام کا آغاز ڈگی والی مسجد میں ناظم دعوت کے خطاب جمعۃ المبارک سے ہوا۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے اس خطاب کو سنا۔ انہوں نے ''حب رسولؐ اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اتوار 25 اپریل کو بعد نماز عشاء جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے ''نبی اکرم کا مقصدِ بعثت'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے الھدیٰ (قرآن) اور دین حق وعادلانہ اجتماعی پر خطاب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے الھدیٰ (قرآن) اور دین حق (عادلانہ اجتماعی نظام) دے کر بھیجا تا کہ وہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دیں۔ آپؐ نے 23 سال کے قلیل عرصہ میں جزیرہ نما عرب پر دین غالب کر دیا جبکہ پوری دنیا میں دین کا غلبہ باقی ہے یہ کام نبی اکرم ﷺ نے امت کے ذمہ لگایا تا کہ شہادت علی الناس کی ذمہ داری پوری ہو۔ اوسطاً حاضری 350 مرد اور 20 خواتین رہی۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی اور

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

کی کیفیت محسوس کی۔ اس پروگرام کا مقصد رفقاء واحباب کی تربیت تھی۔ جس میں اشرف وصی صاحب جو کہ مرکز سے بطور معاون ناظم دعوت تشریف لائے نے دینی فرائض کا جامع تصور اور جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ انہوں نے مذاکرہ میں شریک احباب کے سوالات کے انتہائی احسن انداز میں جوابات دیئے۔

اس پروگرام کے ناظم جناب محمد عظیم صاحب تھے۔ پروگرام سے پہلے جناب عظیم صاحب نے فورٹ عباس کا دورہ کیا ان کے ساتھ حکیم منظور صاحب اور راقم بھی تھا۔ انتظامات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے مقامی رفقاء سے مل کر انتظامات مکمل کئے ان کی محنت کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین!)

محترم جناب حکیم منظور صاحب جو کہ ہماری بزرگ شخصیت ہیں طعام کی نظامت پر مامور تھے۔ ڈگی والی مسجد کے امام جناب مولانا اسلم شاد اور ہائی سکول میں عربی ٹیچر جناب مولانا قاری یار محمد صاحب جو کہ کمیٹی والی مسجد کے امام ہیں نے خصوصی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سب سے بڑی خیر کو پھیلانے میں تعاون کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے ساتھ مخلص اور ایمان کی حالت میں موت دے۔ آمین! (رپورٹ: مقصود احمد اسرہ مروٹ)

تفہیم دین کورس (تنظیم اسلامی کورنگی)

تنظیم اسلامی کورنگی کے زیراہتمام پانچ روزہ تفہیم دین کورس قرآن مرکز کورنگی میں 21 اپریل تا 25 اپریل منعقد ہوا۔ اس کورس کی نشرواشاعت کے لئے رفقاء نے بہت محنت کی اور بینرز ہینڈ بل اور ذاتی رابطوں کے ذریعے سے کورس کے بارے میں احباب کو مطلع کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ الحمدللہ پورے کورس کے دوران مجموعی طور پر مرد وخواتین کی حاضری بالترتیب 120 اور 70 رہی۔

کورس کا آغاز 21 اپریل کو بعد نماز عشاء ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی کورنگی عامر خاں صاحب نے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس سلسلے کا دوسرا لیکچر ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر تھا۔ مقرر کے فرائض ناظم حلقہ سندھ زیریں اور امیر تنظیم سوسائٹی جناب انجینئر نوید احمد صاحب نے انجام دیئے۔ تیسرا لیکچر ''رب کریم کی عبادت'' کے موضوع پر تھا۔ مقرر کے فرائض تنظیم اسلامی شاہ فیصل ٹاؤن کے امیر جناب اعجاز لطیف صاحب نے انجام دیئے۔ اس عنوان کا مرکز سورۃ الذاریات کی آیت: 56 تھی۔ اس سلسلے کا چوتھا لیکچر ''نیکی کا صحیح تصور'' کے موضوع پر تھا۔ مقرر کے فرائض تنظیم اسلامی کورنگی کے نقیب جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے انجام دیئے۔ انہوں نے سورۃ البقرۃ: 177 کو بنیاد بناتے ہوئے کہا کہ اللہ نے اس ایک آیت میں بڑی جامعیت کے ساتھ نیکی کے جملہ پہلوؤں کو بیان کیا ہے اور نیکی کے محدود تصور کی نفی کی ہے۔

اس کورس کا آخری خطاب ''آخرت میں کامیابی کا قرآنی لائحہ عمل'' کے موضوع پر ہوا جس میں جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے مقرر کے فرائض انجام دیئے۔ اس عنوان کی مرکزی آیات سورۃ آل عمران 102 تا 104 تھیں۔ انہوں نے اپنی پرجوش تقریر میں انفرادی لائحہ عمل کے ضمن میں اولاً تقویٰ پر روشنی ڈالی۔ پھر انہوں نے کہا کہ جو تقویٰ پر عمل کر رہے ہوں تو ان کو جوڑنے والی شے ہے اللہ کی رسی یعنی قرآن، پھر جن لوگوں کو اجتماعی فرائض کا شعور وادراک حاصل ہو جائے وہ باہم جمع ہوں اور مل جل کر ایک فعال اور منظم (Well Disciplined) جماعت وجود میں لائیں جس کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ خیر یعنی قرآن کی طرف بلانے اور نیکی کا حکم دے اور برائی کو نیکی سے بدل دے۔

ہر لیکچر کے آخر میں خواتین وحضرات کو ایک سوالنامہ (Questionnaire) دیا گیا جس میں موضوع کے حوالے سے سوالات مرتب کئے گئے تھے۔ سوالنامے کو پر کرنے میں لوگوں کا بہت جوش وخروج دیکھنے میں آیا۔ تمام لیکچرز کو ملٹی میڈیا (Multimedia) پر Present کیا گیا۔ آخر میں تنظیم اسلامی کورنگی کے امیر جناب عامر خان صاحب نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ پانچویں دن شرکت کی اور پروگرام کو کامیاب بنایا۔ آخر میں جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے دعا پر اس کورس کا اختتام کیا۔

اک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

☆ ایک عالم کی شہادت اپنی جگہ ایک بڑا سانحہ ہے۔
(امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید)

☆ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت ایک کھلی دہشت گردی ہے۔
(مولانا فضل الرحمن)

☆ مولانا شامزئی کی شہادت کے پیچھے صیہونی لابی کا ہاتھ ہے۔
(قاضی حسین احمد)

☆ شامزئی عالمی دہشت گردی کا شکار ہو چکے ہیں۔(حافظ حسین احمد)

دہشت گردوں کے حملے میں اتوار کی صبح شہید ہونے والے ممتاز عالم دین مفتی نظام الدین شامزئی کی عمر 52 سال تھی۔ ان کے شاگرد پاکستان کے علاوہ یورپ' امریکہ اور مشرق وسطی کے ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ وہ 1952ء میں ضلع سوات کی تحصیل مٹہ کے گاؤں فاضل بیگ گھڑی میں پیدا ہوئے' انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ 1968ء سے 1970ء کی دہائی تک جامعہ صدیقیہ مجیدیہ دارالخیر بکرا پیڑی میں علم حاصل کرتے رہے اور اس دوران انہوں نے مختلف ٹیکسٹائل ملوں میں ملازمت کی۔ 1971ء میں وہ واپس مینگورہ سوات چلے گئے اور دو سال تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ 73ء میں انہوں نے جامعہ شاہ فیصل کالونی سے دورہ حدیث مکمل کیا اور فراغت کے بعد ہی وہ تدریس کے شعبے سے منسلک ہو گئے اور 14 سال تک دارالافتاء سے منسلک رہے۔ سندھ یونیورسٹی سے شیوخ بخاری کے نام سے پی ایچ ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ لکھا۔ 1988ء میں وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں شیخ الحدیث اور نگران شعبہ تخصص فقہ کے منصب پر فائز رہے۔ انہوں نے تفسیر حدیث فقہ اور اسلامی موضوعات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ وہ بے مثل خطیب انتہائی ملنسار اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ جامعہ فاروقیہ اور جامعہ بنوریہ میں ان کے ہزاروں فتوے موجود ہیں۔ مولانا یوسف لدھیانوی کی شہادت کے بعد وہ مقامی اخبار میں لوگوں کے دینی مسائل کے جوابات دیتے تھے۔ مرحوم تحریک اسلامی طالبان کے روح رواں اور جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ تحریک نفاذ شریعت محمدی اور جیش محمد کے بانیوں میں سے تھے۔ مفتی محمود اکیڈمی کے نگران ہونے کے علاوہ وہ عالمی مجلس ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ مرحوم مولانا یوسف لدھیانوی کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے پسماندگان میں اہلیہ' تین صاحبزادے امین الدین' تقی الدین' سلیم الدین اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑی ہیں۔ ان کی تمام اولاد حافظ قرآن و عالم دین ہیں۔ ان کی والدہ اور دو بھائی ڈاکٹر عزیز الدین اور مولوی رحمان الدین حیات ہیں۔ مرحوم پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش اور بھارت کے کئی مدارس کی سرپرستی کرتے تھے اور شہداء کے اہل خانہ کی کفالت کرتے تھے۔

دعائے مغفرت

☆ سرائے نورنگ ضلع لکی مروت کے ملتزم رفیق جناب عبدالحئی صاحب کے بھائی انتقال فرما گئے ہیں۔
☆ حلقہ سرحد جنوبی کے ملتزم رفیق ضمیر اختر صاحب کے بھائی اس دارفانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔
☆ امداد حسین صاحب کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئی ہیں۔
☆ فورٹ عباس اسرہ کے رفیق محمد اکرم صاحب کے والد صاحب وفات پا گئے ہیں۔
☆ ہارون آباد کے رفیق ملک محمد ممتاز صاحب کی خوشدامن صاحبہ اور ہارون آباد کے رفیق احمد صاحب کی نانی صاحب انتقال فرما گئی ہیں۔
☆ رنگلہ کے نقیب راجہ محمد اکرم صاحب کے جوان سال بیٹے فوت ہو گئے ہیں۔
☆ تنظیم اسلامی راولپنڈی شرقی کے امیر قدیر عباسی صاحب کے بہنوئی فوت ہو گئے ہیں۔
☆ پنڈی شرقی کے ملتزم رفیق اکمل حسین ہاشمی صاحب کے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔
☆ حلقہ پنجاب شمالی کے معتمد عمومی عبدالغفور صاحب کی ساس فوت ہو گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائیں۔ برزخ کی زندگی ان پر آسان فرمائیں اور آخرت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں

بقیہ: اقامت دین کی راہ میں مغالطے

نہ میرے فکر میں ہے صوفیوں کا سوز و سرور
نہ میرے ذکر میں پیمانہ ثواب و عذاب
خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
فقیہہ شہر کے ہے محرم حدیث و کتاب

کچھ لوگ اس مغالطے کے ڈسے ہوئے ہیں کہ اقامت دین مشکل ہے' ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم اپنی استعداد کے مطابق کام کرتے ہیں۔ جماعت' دعوت اور جہاد کا مقصد اقامت دین ہے یعنی میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی۔ جب اقامت دین کا تصور نہ ہو تو پھر دعوت' تبلیغ' جماعت سازی اور جہاد کا کیا فائدہ۔ اگر اقامت دین مشکل ہے تو اللہ نے یہ حکم کیوں دیا کہ ''ان اقیموا الدین'' کیا اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ مشکل ہی انسان کے بس سے باہر ہے۔ یہ بات اللہ کے علم میں تھی کہ یہ ہو سکتا ہے اس لئے اس کے اقامت کا حکم دیتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ o (البقرہ: 20) وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ o﴾ (الحدید: 3) اللہ تعالیٰ کے علم سے کچھ بھی باہر نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کام کے لئے ہمارے بس میں جو کچھ بھی ہو ہمیں اپنا تن' من' دھن' قربان کر دینا چاہئے۔

تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش
گل مراد ہے منزل میں خار راہ میں ہے

حضرت اویس قرآنیؒ فرماتے ہیں مومن کا حق پر قائم ہونا اس کے لئے دنیا میں کوئی دوست نہیں چھوڑتا۔ اگر لوگوں کو کوئی نیک بات بتلائے یا برائی سے روکے تو اس کو بڑی تہمتیں لگاتے ہیں اور اس کی عزتیں خراب کرتے ہیں۔

protectors. Allah warned against such behavior when He said: "and whosoever does that, will never be helped by Allah in any way" (03:28).[8] What do we see today: Karzai cannot survive without the protection of American body guards; Musharraf and his supporters believe that Pakistan could not survive without going into the US protection after September 11; Saudi regime needs Americans for its protection and so is the case with Kuwaiti Sheikhs and dictators elsewhere in the Muslim world.

Other than seeking protection, Muslim today are providing full assistance to those who are engaged in exterminating their fellow Muslims in Afghanistan, Iraq, Israel and elsewhere. The Qur'an clearly says: "*lend not thou support in any way to those who reject (Allah's Message)*" 28:85. Muslim leaders and many among the masses extend their support for facilitating the US led invasions and consolidating occupation at a time when many of the Americans are standing up to their government and declaring all its actions as unjust and tyrannical.

- Allah clearly says, "*O' you who believe! Do not take as friends and protectors those who take your religion for a mockery...*" (5:57). However, such "scholars" who take Islam for a mockery are not only Muslim's best friends but Muslim themselves are taking a lead in mocking the verses of Qur'an and sayings of Prophet Muhammad (PBUH). Subscription for a few Yahoo groups lands one into receiving a lot of material from Muslims ridiculing Qur'an, let alone *Sunnah*, from many Muslims fast turning into Manjis and Rushdies of Islam.
- And finally because Allah says you are Muslims[9] — one could be a *Momin* if he strives — but nothing more or less. Yet Muslims refuse to get out of their stubbornness of classifying themselves as "moderate," "liberal," "enlightened moderate," etc only to please their worldly gods. About them Allah says: "*The parable of those who seek protectors from other than Allah is that of a spider...*" (29-41). Scientific evidence shows that individual thread of a spider's web is seven times harder than steel but its house "*is the weakest of houses.*"

Today's gods are not of stones that any Abraham will destroy. These are all around us in different form and Muslims seek their pleasure in various ways, not knowing that all their superiority is no better than a spider's web. Muslims who are submitting to their gods' will, will end up eating each other just as the spider eats its offspring — a sign of destruction from within. In the very next verse, 29:42, Allah tells us about nothingness of the gods in whose hand Muslims have put their fate.

Allah then speaks of the ways for success in 29:45. Muslims have abandoned all those ways and hence through final rejection of the Qur'an (29:49) and became *Zalemoon* (arrogant transgressors) like the Jews before them.

Keeping these basic responsibilities of Muslims in mind, one can safely conclude that Muslims have not yet faced a fraction of the humiliation they deserve. Things will get worse for Muslims by the day and a great opportunity knocks at the door of the people who are soon going to replace the so-called Muslims for good.

Abid Ullah Jan's latest book, *__The End of Democracy__*, has just been released in Canada.

Dr.Israr asks Ummah to Wake Up

LAHORE - Eminent religious scholar and chief of Tanzim-i-Islami Pakistan Dr. Israr Ahmad has said that Muslims are facing wrath of Allah Almighty due to contradiction in their words and actions.

He was speaking at a lecture series on 'Bombing of Iraq and decline of Muslim World' at Hameed Nizami Hall on Tuesday. He said the infidels would face wrath of God on the Day of Judgment.

He quoted Bernard Shah who said the Muslims and Islam are two separate things. The indifference towards Islam leads to cowardice, lethargy and apathy which, is now rampant in Ummah. Despite being 1.40 billion in number and having rich economic and energy resources, they have no say in world politics.

Dr Israr, however, said that seeking of collective forgiveness and pardon from Allah and establishment of a true Islamic state was the only way to avert wrath of God.

'This was the task behind creation of Pakistan and adoption of Objective Resolution but nothing has been done even after the lapse of 56 years', Dr Israr said. Pakistan came into being after great sacrifices in the name of Islam but we failed to enforce it.

To a question, he said Iranian Islamic revolution was not total revolution rather it was Shiite Revolution. As such it could be exported to other countries. Saudi Arabia was also not a true Islamic state, though it enforced some Islamic punishments. The taliban committed mistakes by linking themselves to Osama bin Laden and Al-Qaeda. As many as 1500 ulema advised Mullah Umar to discard Osama but he did not.

Dr. Israr Ahmad said that the Jews consider Pakistan as the biggest threat. Their local and global agenda is to establish economic hegemony and to rehabilitate the Temple of Soloman (Haikal Sulemani) by dismantling Masjid-e-Aqsa and to establish greater Israel comprising Jordan, Palestine, Southern Turkey and Northern Saudi Arabia.

Dr Israr said the Jews, though, were persecuted by Christians but now the secular Europe excluding Germany, France, Spain and Italy etc is with them.

Dr. Israr said Arabs and Palestinians would be targeted again and again if they did not arise from deep slumber. "There would be a big war before the end of this world", he said.

However, the Muslims will finally emerge victorious whose forces will come from The East. Replying to a question, Dr. Israr said that sectarianism is result of deviation from Quran and Sunnah. He called for learning Arabic and understanding Quran in true spirit.

To a question, he said electoral politics do not bring any change. It is an instrument to continue a system. Revolution could not be brought in the country without training personnel, Dr Israr said, adding the PNA movement was component of different political and sectarian groups. As such it could not bring Islamic revolution.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 22

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Chosen People of the Last Age

Global domination of the world mastering demi-gods is strengthening with each new wave of forced or willing surrender on intellectual, political and military fronts. Nevertheless, like Moses in Pharaoh's mansion, the challengers to modern day tyrants are living right under their nose.

As these tyrants are fully confident of their security and survival on the backs and blood of billions, a new generation of chosen people — such as the Americans who truly love America — is rising in the West to challenge the global reign of terror and oppression.

The future belongs to these rising challengers. They are neither Jews nor Muslims. Muslims too have followed footprints of Jews, believing they will remain as chosen people no matter how much they may deviate from the chosen path for them. He, who reminds them of their loathsomeness, becomes loathsome by default.[1]

Those who are to replace the present day so-called Muslims are most of the Americans, who never suffered from such an enervating chosen people syndrome. Yet they are unbelievably close to finding and embracing the ultimate Truth.

Americans are lucky to have these great people among them. Unlike Germans they have some souls which are devoted to using information as a weapon and exposing the roots of hypocrisy, fraud, lies, and policies of hate and destruction to reawaken the nation that has resigned to watching their own children, and millions of others, slaughtered on TV.

Although most Americans remain intellectually unwilling or incapable of processing the complex information, personalities behind the noble efforts such as "Counterpunch," "What really happened.com," the "The War in Context," "Information Clearing House," the "Future of Freedom Foundation," "Robert Fisk.com," "Serendipity," — to name a few — are employing their talents for the good of all. They are investing their ability, years of time studying, and real life experience to be able to convey the reality to masses.

They are the chosen people because they are neither involved in subjugation and oppression nor willing to surrender to the dominant philosophy of fake liberty and sham democracy.

Like "moderate" Muslims the rising Americans do not plead Muslims to care only about their "sons and daughters in the US" and forger about their suffering "brothers and sisters in Palestine." Instead, they form activist groups, protest Israeli repression in Israel and even sacrifice their lives for the sake of justice. They are the real challengers to the centuries of policies that have controlled, enslaved and exploited humanity up to now.

Unlike Muslims, these Americans have the advantage to avoid being rounded up and thrown into jails for exposing Big Brother before all the eyes of the world and raising the consciousness of the entire world to the next level.

Some of the dedicated Americans of the sixties broke the American Southern stranglehold on their freed slaves. The chosen Americans of 21st century will break the thousand-year-old stranglehold the British Empire has had on the whole planet.

These Americans need only a spark of faith to make them leaders of the humanity and to replace the present day so-called Muslims. This spark will come in due time as a result of their own search for the Truth.

Looking at individual and collective surrender by Muslims' on every front, it would be utter inanity on the part of so-called Muslims to believe that it is they who would realize Prophet Muhammad's prophecy that predicts: "*There shall be no house left on the entire earth – neither of bricks nor one made of camel's skin – but Allah will cause the word of Islam to enter it, either with the honour of the one who deserves honour, or with the subjugation of the one who is defeated.*"

Only a handful of born-Muslims — intellectuals as well as those sacrificing physically and financially for confronting the present tyrants — will survive and save their faith to join the fresh generation of Muslims destined to replace the existing covered and humiliated Muslims.

The way Saddam Hussein's nose was rubbed in the Middle East sand is just the beginning of the promised humiliation for Muslims. They deserve it for only a fraction of Muslims today are good to verbally declare many times a day: "You we worship, and You we ask for help from." They just say it once in a while and think their label of Islam is enough for the business in the world and the hereafter.

Expecting revival of Muslims through re-enforcement of Islam in their lives at the hands of present day Muslims is no less than asking for the impossible. Muslims cannot even imagine how to pull themselves from the depth of humiliation to which they have fallen. There is no doubt that this humiliation will get worse because:

- Allah emphasized His ability and states that whoever reverts from supporting His religion and establishing His Law, then Allah will replace them with whomever is better, mightier and more righteous in Allah's religion and Law (*Al-Qur'an* 47:38).[2] As we witness today, Muslims are reverting from supporting His religion and His law.

Look at Afghanistan, for example, where Muslim leaders with the longest prayer beads in hands, wearing heaviest possible turbans and long beards, gathered in a tent under the US protection to sign a US-drafted constitution which the *New York Times* welcomed for not invoking *Shari'ah*.[3] They gave preference to a US-drafted constitution over the Qur'an after fighting the Soviet Union to live by Islam. One only needs to go through the list of contents of the Explanation of the Qur'an to see if it s a constitution for life or not. Many Islamic scholars have clearly declared embracing secularism as political *shirk*.[4]

- Like the Jews before them,[5] Muslims are clearly forbidden in the Qur'an from engaging in interest based transactions.[6] Yet, the Supreme Court in a State established in the name of Islam approves *Riba*, confirming what Prophet Muhammad (PBUH) has said that there will come a time when all of mankind will be consuming *Ribā* . "And if anyone claims that he is not consuming Ribā then surely the dust of *Ribā* will reach him."[7]

Muslims could not save themselves from penetration of *Riba*. The financial imperialism inherent in *Ribā* has clutched the entire world of *Islam* by its very throat and all Muslims are indulged in this economic *shirk*, claiming that they cannot survive without living by *Riba*

- Allah prohibits Muslims from supporting or taking disbelievers as